"کوئی عمل جہاد کے برابر نہیں" (حدیث نبوی)

جہاد

مولانا محمد بخش مسلم
(وفات ۷۰۴۱۵/۱۹۸۷ء)

مُسلم (مدیر "بصیرت" لاہور)

مطبوعہ استقلال پریس لاہور

ناشر

کتاب خانہ پنجاب لاہور

بار اول　　اگست سنہ ۱۹۴۸ء　　قیمت ۸؍

مجاہدینِ کشمیر کے نام

(جو کشمیر میں روایاتِ بدر زندہ کر رہے ہیں)

عرضِ حال

مسجد وزیر خان لاہور میں مرکزی انجمن حزب الاحناف کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ ایک اجلاس کی صدارت حضرت قبلہ پیر سید فضل شاہ صاحب مدظلہ ناظم جمعیت المشائخ سجادہ نشین جلال پور کیکناں شریف ضلع جہلم نے فرمائی آں مکرم نے اپنی بصیرت افروز اور ایمان آموز تقریر میں ارشاد فرمایا کہ کوئی مبلغ اسلام "جہاد" پر رسالہ یا کتاب تحریر کرے۔ تاکہ اس کے ذریعے ملت اسلامیہ کو وقت کی اہم ضرورت کی جانب متوجہ کیا جائے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسنات صاحب قبلہ صدر جمعیۃ العلمائے پاکستان کے ایماسے میں نے اپنی واقعی ہیچمدانی کے باوجود اس کارِ خیر کا ذمہ لیا۔

چنانچہ ان دو مقتدر ہستیوں کے ارشاد کی تعمیل میں "جہاد" سپردِ قلم کیا ہے۔ خدا جزائے خیر دے۔ میرے مخلص رفیق و مکرم فرما مسٹر ظہیر صاحب مالک کتاب خانہ پنجاب لاہور کو کہ انہوں نے اسے طبع فرمایا۔

امید ہے کہ برادرانِ ملت اس کے مطالعہ سے ضرور اثر پذیر ہونگے

مُسلم

"مجاہدین"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرانِ ملت! اسلامی تاریخ کے رُو سے ۱۳۶۷ سال کی بات ہے کہ توحید و نبوت کی تیار کی ہوئی اُمت تقسیم تقدیر سے اثر پذیر ہو کر دو حصّوں میں بٹ گئی۔ ایک کو بارگاہِ ربّ العزت اور دربارِ رسالت سے مہاجرینؓ اور دوسرے کو انصارؓ کا خطاب مرحمت ہُوا۔ اِن دونوں گروہوں کا مشترکہ لقب مجاہدینؓ تھا۔

ہمارا سال ہجری کہلاتا ہے۔ اس لئے کہ اس کا آغاز ہجرت سے ہے۔ اس سال کا ہر ماہ، ہر عشرہ، ہر ہفتہ، ہر یوم، ہر گھنٹہ، ہر منٹ ہر ثانیہ اور ہر لمحہ ہجرت کی یاد دلاتا ہے۔

یاد رہے ہجرت سفر ہے راہ ہے۔ منزلِ مقصود جہاد ہے ہجرت ایثار و قربانی کا بیج ہے۔ خلوص کی شاخ ہے۔ اس شجر کا ثمر جہاد ہے۔ ہجرت خشتِ اوّل ہے۔ عمارت کی مکمل صورت جہاد ہے۔ ہجرت ابتدا

ہے۔ جہاد انتہا ہے۔ ہجرت آغاز ہے۔ جہاد انجام ہے۔

زمانہ کی افتاد نے ہمیں از سرِ نو دو جماعتوں میں منقسم کر دیا ہے۔
ایک فریق کو عہدِ حاضر کے مسلمانانِ پاکستان مہاجرین اور دوسرے کو انصار کہتے ہیں۔ قرنِ اوّل اور اس وقت کے مہاجرینؓ اور انصارؓ کا امتیازی وصف یہ ہے کہ اوّل الذکر کو اس نام سے ربّ العالمین اور رحمۃ للعالمینؐ نے موسوم فرمایا۔ اور آخر الذکر کو اس نام سے عامۃ المسلمین پکار رہے ہیں ظاہر ہے کہ "شتان بینھما" دونوں میں عظیم الشان فرق ہے۔ وہ مہاجرینؓ و انصارؓ تھے۔ مجاہدینؓ تھے۔ ہماری تمنّا ہے کہ ہم ہو جائیں۔

ع بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

آؤ یہ سعی کریں کہ خدا اور خدا کا رسولؐ بھی ہمیں مہاجرین اور انصار ٹھہرائے۔ اس نعمتِ عظمےٰ۔ اس غایتِ قصویٰ اور اس سعادتِ کبریٰ کے حصول کی واحد راہ یہ ہے کہ ہم مجاہدین بن جائیں۔ ہماری زندگی کا ایک ایک سانس اور ہمارے اوقات کا ایک ایک لمحہ جہاد کے لئے وقف ہو جائے۔

جہاد کیا ہے؟

جہاد عین اسلام ہے۔ اس دعویٰ کی بنیاد یہ استشہاد ہے۔ کہ عرصہ ہائے جدال و قتال میں صحابہؓ (مہاجرین و انصارؓ) کبھی یوں نعرہ زن

ہوتے تھے ؎

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَی الْجِہَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

ہم وہ ہیں کہ جنہوں نے محمدؐ کے دستِ نبوّت پر بیعت کی ہے. کہ ہم جب تک زندہ رہیں گے۔ پابندِ جہاد رہیں گے۔ کبھی قدوسیوں کے کان میں اُن کی یہ صدا گونجتی تھی۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَی الْاِسْلَامِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

ہم وہ ہیں کہ جنہوں نے محمدؐ کے دستِ نبوّت پر بیعت کی ہے کہ ہم جب تک زندہ رہیں گے کاربندِ اسلام رہیں گے۔

یہ نعرہ اس مبیّن و روشن حقیقت کا واضح ترین اعلان ہے کہ صحابہ رضؓ کے نزدیک جہاد اور اسلام مرادف الفاظ ہیں۔ ایک صداقت کے دو نام ہیں۔ ایک شے کی دو تصویریں ہیں۔ اور ایک مطلوب کی دو تعبیریں ہیں۔ ان کے یہ بصیرت افروز۔ اور جہاد و اسلام آموز الفاظ حضرتؒ امام بخاریؒ نے بروایت انس بن مالکؓ صحیح بخاری کے گیارھویں پارے موسومہ کتاب الجہاد والسیر کے باب "التحریص علی القتال" میں درج فرمائے ہیں۔

جہاد کے معانی

جہاد کا مادہ ہے۔ جہد اس کا مفہوم ہے۔ انتہائی محنت، غایت درجے کی مشقّت۔ قرآن مجید کے دسویں پارے کی سورہ توبہ کا ایک ٹکڑہ ہے۔ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ کافر اور منافق اُن مہاجرینؓ و انصارؓ کا مذاق اڑاتے ہیں کہ جو راہِ خدا میں صرف کرنے کے لئے وہی کچھ پاتے ہیں۔ کہ جسے انہوں نے انتہائی محنت سے کمایا ہے گویا جہد مرادف ہے انتہائی محنت کے۔ نبی کریمؐ سے عرض کیا گیا ای الصدقة افضل۔ کونسا صدقہ افضل ہے فرمایا جهد المقل مفلس کا غایت درجے کی مشقت سے کمایا ہوُا مال۔ استنباط مسائل کے لئے انتہائی کاوش کرنے والوں کو مجتہد کہتے ہیں اور ان کی اس کوشش کا اصطلاحی نام اجتہاد ہے۔ تصوّف و سلوک کی منازل و مراحل طے کرنے کے لئے انتہائی صعوبتوں کا تحمّل مجاہدہ کہلاتا ہے اُونٹنی کا دودھ اس طرح دوہنا کہ اس کے تھنوں سے آخری قطرہ بھی نکال لیا جائے "جهد اللبن" کہلاتا ہے۔ دشمن کی مدافعت میں انتہائی وسعت و غایت درجے کی ہمت و عزیمت کا اظہار کرنے کا نام "جہاد" ہے ملاحظہ ہو امامِ لغت راغب اصفہانیؒ کی تصریح۔ ان کی مفردات راغب میں الجہاد

والمجاهدہ استفراغ الوسع فی مدافعۃ العدو) دشمن کے

کس بل، زور، پندار اور گھمنڈ کے توڑنے کے لئے ہر ممکن تدبیر سے کام

لینا اور اس فریضہ کی سرانجام دہی میں انتہائی جدوجہد کا ثبوت دینا جہاد مجاہدۃ

الشیطان (شیطان سے جہاد) اور اپنی بُری خواہشوں سے ریل پیل

کرنا اور ان کو پچھاڑنا مجاہدۃ النفس (نفس سے جہاد) کہلاتا ہے۔ کفار سے

جہاد کرنے میں صحابہؓ اتنے مشاق ہو گئے تھے۔ کہ ان کی اس مہارت اور فراوت

کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

سیدالمجاہدینؐ نے فرمایا

جَاهِدُوا اهوَاءَكُم كَمَا تُجَاهِدُونَ اعْدَاءَكم

جس طرح تم اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے ہو۔ اس طرح

اپنی بُری رغبتوں کے خلاف بھی جہاد کرو۔ آیات، احادیث، محاورات

عرب، روایات اسلامی کی رُو سے ملک کے ہر دشمن دین کے ہر بدخواہ

ملّت کے ہر بیری، ہر ابلیس، ہر جفا شعار نظام سلطنت ہر ستم کار حاکم۔ ہر

خائن عامل، کفر شرک، فسق گناہ اور جور کے خلاف تدبیر، تقریر، تحریر

تذکیر، آلات حرب کے ذریعے انتہائی جدوجہد کرنا اور اس راہ کی ہر زحمت

و آفت کو پوری خندہ پیشانی کے ساتھ محض رضائے الٰہی کی نیت سے

برداشت کرنا "جہاد" ہے۔

جہاد کی محبوبیت

دسویں پارے کی سورت توبہ کی آیت نمبر ۲۳ کے الفاظ یہ ہیں :-

قل اِن کان آباء کم - وابناء کُم - واِخوانکم - وازواجکم و عشیرتکم - واموال ان اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا - احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہادٍ فی سبیلہ فتربصوا حتیٰ یاتی اللہ بامرہٖ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین -

اے رسولؐ مسلمانوں سے کہدے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے کے لوگ اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہاری وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے رہنے کے مکانات جنہیں دیکھ کر تم خوش ہوتے ہو یہ ساری رشتہ داریاں اور یہ ساری چیزیں تم کو اللہ سے، اور اس کے رسولؐ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو - یہاں تک کہ اللہ کو جو کرنا ہے وہ تمہارے سامنے آجائے اور اللہ تعالےٰ اپنے نافرمانوں کو یہ نعمت عنایت نہیں کرتا کہ وہ جہاد کو ان تمام رشتہ داریوں اور

چیزوں سے زیادہ پیارا خیال کریں۔

آیت کا ایک ایک لفظ اپنی شرح آپ کر رہا ہے۔ ہر حرف اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ نبی کریمؐ نے جو جماعت طیار کی۔ اس کے ہر ایک فرد کو "جہاد" ہر عزیز سے زیادہ عزیز اور ہر محبوب شئے سے محبوب تر تھا۔ وہ مومن تھے۔ مجاہد تھے۔ ظاہر ہے کہ اپنے باپ، بیٹے۔ بھائی بیوی رشتہ دار۔ مال۔ تجارت اور مکان کو وہی شخص خدا کی راہ میں قربان کر سکتا ہے۔ جسے خدا اور رسولؐ خدا سے ان تمام سے زیادہ محبت اور الفت ہو۔ فاسقوں کی لڑائیاں اس لئے ہیں کہ ان کے لواحقین ان کے گھروں۔ ان کی چہیتی بیویوں کے لئے زیادہ سے زیادہ آسائش و آرائش، زیبائش و ستائش کے اسباب مہیا ہوں۔ ان کے اموال میں غیر معمولی اضافہ ہو۔ دنیا کی تمام منڈیوں میں ان کی مصنوعات فروخت ہوں۔ سارے جہاں کی خام اجناس ان کے کارخانوں اور ان کی کارگاہوں کے دوزخ کا ایندھن بنیں۔ ان کی حویلیاں۔ ان کے بنگلے آراستہ و پیراستہ ہوں۔ مومن کی جنگ اس لئے ہے کہ اللہ راضی ہو۔ اس کے رسولؐ کی خوشنودی کے پھولوں سے اس کا دامن بھرپور ہو۔ ہر مومن ہر فاسق سے بزبان حال و قال کہہ سکتا ہے۔

تیری جُدا پسند ہے میری جُدا پسند
تجھ کو خودی پسند ہے مجھ کو خدا پسند

یہاں "خودی" بہ معنی خود غرضی ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ اس آیۂ وافر ہدایہ کے پیش نظر "جہاد" کو تمام اقربا اور کل اشیا سے محبوب تر مطلوب تر اور مرغوب تر تصوّر کریں۔ اور ملّت کی پکار پر جہاد کے لئے ہمہ تن ایثار بن کر تیار ہو جائیں۔ نبیؐ کریمؐ اور آپ کے صحابہؓ نے مکّہ میں تیرہ سال حق و صداقت کا پیام پہنچایا اس منزل کو طے کرنے میں ہر تکلیف کا خیر مقدم کیا۔ یہ جہاد زبان اور دل سے تھا۔ مدینہ میں دشمن طاقتوں نے سازشوں۔ مکر و فریب کی چالوں اور جنگی تدبیروں سے اسلام کو نابود کرنے کی ٹھانی۔ حضورؐ اور آپ کے ساتھیوں نے اعدائے دین کے تمام منصوبوں کو پامال کیا۔ ان کے حربی مرکزوں کو پیوندِ خاک کیا۔ ہر شر پرعنصر کا ستھراؤ کیا۔ اسلام کی تبلیغ کے لئے پُرامن ماحول پیدا کیا۔ آپ کے غلاموں نے وقت کی کل قوتوں کو نیچا دکھایا۔ کسریٰ کی شہنشاہیت کو موت کے گھاٹ اتارا۔ روما کی قیصریت کو خاک مذلت میں دفن کیا۔ یہود کو یثرب سے نکالا۔ منافقوں کا زور توڑا رحم عفو اور اخلاق کی کشش سے عرب کو محبوب رب بنا کر دم لیا۔ اس جد وجہد کو جہاد باللسان یا جہاد بالسیف سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ایک حصے کا نام تبلیغ اور دوسرے کا نام جدال و قتال ہے۔

اللہ کی راہ

پانچویں پارے کی سورۂ نساء کے دسویں رکوع کی ایک آیت ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہے :۔

الذین آمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ ۔ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت.

جو لوگ مومن ہیں ۔ وہ قتال (لڑائی) کرتے ہیں ۔ اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں وہ لڑتے ہیں شیطان کی راہ میں

مومن کا جہاد رحمانی جنگ اور کافر کی جنگ شیطانی جنگ ہے ۔

ایک بدوی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ پوری متانت سے گویا ہوا ۔ اے اللہ کے رسولؐ ایک شخص مال لوٹنے کی نیت سے جنگ کرتا ہے ایک کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسے شہرت حاصل ہو جائے ۔ ایک کا مدعا یہ ہوتا ہے ۔ کہ اس کی بہادری کی نمائش ہو جاتے وہ جہاد کو نسا ہے ۔ جسے اللہ کی راہ میں جہاد کہا جاتا ہے ۔ فرمایا

مَن قَاتَلَ لِتَکُونَ کَلِمَۃُ اللہِ ھِیَ الْعُلْیَا فَھُوَ فِی سَبِیلِ اللہِ

ان تینوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کی سعی کو جہاد کہا جا سکتا ہو ۔ جو شخص اس لئے نبرد آزما ہوا کہ اللہ کے دین کا بول بالا ہو ۔ اس کا عزم

اور اس کی یہ جد و جہد اللہ کی راہ میں جہاد ہے

(یہ روایت عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مصنف علامہ عینی کی جلد ۶ میں مذکور ہے۔ اس کے راوی ہیں۔ حضرت ابی موسیٰ رض اور اس فصل کا نام ہے۔ کتاب الجہاد)

نبی کریم کے ارشاد سے واضح ہوا کہ جہاد نظام اسلام کی برتری اور نفاذ کے لئے کیا جاتا ہے۔ بادشاہ کی اطاعت کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ تمام کلمات سے اس کے کلمہ کو زیادہ موثر وزنی اور واجب التعمیل سمجھا جائے۔ اس کے مقابلے میں اپنے کسی قول کو اچھا خیال کرنا بغاوت ہے۔ اسلام کلمۃ اللہ ہے۔ اسلام وحی ہے۔ وحی خدا کے بول ہیں۔ ہر رواج۔ ہر رسم ہر ضابطہ ہر قاعدہ ہر آئین۔ ہر قانون اور ہر دستور کے مقابلے میں اللہ کے ہر فرمودہ نبی کریم کی ہر حدیث کو بلند سمجھنا اسلام ہے اور اس کے لئے ہر نوعیت کی کوشش کرنا خواہ وہ دشمنوں کی غلط فہمیاں دور کرنا ہی کیوں نہ ہو۔ جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

حدیث کی کتاب مشکوٰۃ کی کتاب الجہاد میں حضرت ابو سعید رض کی روایت ہے کہ جس شخص نے اللہ کو خوش کر لیا۔ اسلام کو اپنا مذہب بنا لیا۔ اور محمد کو رسول تسلیم کر لیا جنت پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن اس مقام پر ایک کام اور باقی ہے جس سے انسان سو درجے بلند ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو سعید رض عرض پیرا ہوئے حضور وہ کیا؟ آپ نے اس کے

جواب میں تین مرتبہ یہ نعرہ بلند فرمایا۔ جہاد فی سبیل اللہ۔ جہاد فی سبیل اللہ
جہاد فی سبیل اللہ۔

قتال کا حکم

تاریخ شاہد ہے کہ مکّہ میں مسلمانوں نے صبر تحمّل اور برُدباری کی حد کر دی یہاں تک پہنچ گئی کہ کفر کی دُنیا نے یہ یقین کر لیا کہ مسلمانوں میں جان ہی نہیں مسلمان مکّہ سے ہجرت کر گئے۔ کفّار نے ان کو نیست و نابود کرنے کی ٹھانی مسلمان جنگ نہیں چاہتے تھے خدا نے فرمایا

کُتِبَ علیکم القتال وھُو کرہ لکم ۔ وعسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم ۔ وعسی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون (پارہ ۲ سورہ بقر)

فرض کر دیا گیا ہے تم پر قتال (خدا کی راہ میں لڑنا) اور لڑنا تمہیں ناپسند ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے اچھی ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک شئے کو اچھا سمجھو اور وہ تمہارے لئے بری ہو۔ خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ مسلمان وہ ہے کہ جو اپنی پسند کو خدا کی پسند کے تابع کر دے۔

مسلمان امن کے داعی تھے امن ان کی فطرتِ ثانیہ بن چکا تھا۔ بات بات پر

لڑنے والوں کو تیرہ سال کے غایت درجے کے صبر و شکیب نے جنگ سے متنفر کر دیا تھا۔ لیکن خدا نے فرمایا کہ تم کو لڑنا ہوگا۔ تو جو چیز انہیں اپنے تصورات کے ماتحت ناگوار تھی وہ آنِ واحد میں محبوب ترین ہو گئی اصولی ہدایت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

قتال کی اوّلین آیت

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا

(بانہم میں "جوب" ہے۔ ایسے کہتے ہیں ہائے سببیہ۔ مقصد یہ کہ صحابہؓ مظلوم ہیں۔ ان کو جنگ کی اجازت ہے)

بلاشبہ یہ درست ہے کہ مظلوم صحابہؓ کو بھی ظلم کے روکنے اور ظالم کے زور کو توڑنے کی اجازت دی گئی مگر صحابہؓ غیر مسلح تھے۔ تعداد کے لحاظ سے تین سو تیرہ تھے۔ اُن میں سے اکثر پردیسی (مہاجر) تھے اور چند ایک مقامی (انصار) تھے۔ سوال یہ ہے کہ ہزار ہا مسلح ذی ثروت، ذی شجاعت کفار کے مقابلے میں بے وطنوں، نہتوں۔ فاقہ کشوں مظلوموں اور از بس قلیل انسانوں کو کہنا کہ لڑو کیا بظاہر ان کو ہلاک کرا دینا نہیں؟ اس خدشہ کا جواب آیت کا اگلا ٹکڑا دیتا ہے۔

وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ (اور اللہ تعالیٰ بلاشبہ ان کی مدد پر

پر قادر ہے۔ اس کی رحمت سے ان کو فتح و نصرت نصیب ہو سکتی ہے اس لئے کہ اللہ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے)

اُوپر کی آیت سے یہ تو واضح ہُوا کہ صحابہؓ مظلوم تھے۔ لیکن یہ نہیں کھلا کہ ان پر کیا ظلم ہُوا۔ اس کی وضاحت یُوں فرمائی۔

الذین اُخرجوا من دیارھم بغیر حق۔ الا ان یقولوا ربنا اللہ۔ (اللہ ان مظلوموں کی مدد پر قادر ہے۔ کہ جو اپنے وطنوں اپنے گھروں سے اس لئے نہیں نکالے گئے کہ انہوں نے کسی مسلمان نکالنے والوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا تھا۔ یا یہ کہ ان پر کوئی ایسا ظلم کیا تھا کہ جس کی بنا پر وہ اس ظلم کے مستحق ہو گئے تھے۔ بلکہ ان کو محض اس لئے نکال دیا گیا کہ وہ کہتے تھے کہ "ہمارا پروردگار اللہ ہے۔"

(ملاحظہ ہو پارہ ستر ھواں سورہ حج)

واضح ہوا کہ صحابہؓ کو ناحق ہجرت پر مجبور کیا گیا۔ مکہ والوں سے ان کا اختلاف محض یہ تھا کہ قریش بُت پرست تھے۔ صحابہؓ خدا پرست تھے۔

مکہ والوں نے سختیوں کی حد کر دی اور صحابہؓ نے نرمی کی حد کر دی ؂

وہ جفا کرتے رہے اور یہ وفا کرتے رہے

اپنے اپنے فرض کو دونوں ادا کرتے رہے

صحابہؓ اس خصوصیت کے مہاجر تھے۔ کہ انہوں نے کسی قوم کو ترکِ وطن پر

مجبور نہیں کیا تھا۔ عربوں کو کوئی دکھ نہیں دیا تھا ان کو ناحق نکالا گیا۔ وہ بہر نوع حقیقی اور واقعی معنوں میں مظلوم تھے ان پر جو ظلم ہوا قرآن کی نص قطعی کے رو سے محض عاشقِ توحید ہونے کے باعث ہُوا۔

قرآن کی مزید توضیح

ارشاد ہوتا ہے

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ - والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا - واجعل لنا من لدنک ولیاً واجعل لنا من لدنک نصیرا (تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم خدا کی راہ میں نہیں لڑتے۔ حالانکہ کمزور مرد کمزور عورتیں اور بچے یہ پکار رہے ہیں کہ اے پروردگار ہمیں اس بستی سے نکال جہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں اور اپنی عنایت سے ہمارے لئے کوئی مددگار اور کوئی حامی کار اپنی طرف سے تجویز فرما دے

عیاں ہُوا کہ کفار مکہ کا جور و ستم جوانوں تک محدود نہ تھا۔ وہ ناتوان انسانوں۔ بوڑھوں ضعیف العمر عورتوں اور بچوں پر بھی سختیاں کرتے تھے۔ اور وہ ان کی جفاکاریوں اور ستم شعاریوں سے تنگ آ کر یہ دعائیں کر رہے تھے۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کو مکہ سے نکل جانے کی توفیق عنایت فرمائے اور

کوئی ان کا ولی و ناصر تجویز فرما۔

جہاد کی طیّاری

جہاد کی عظمت۔ جہاد کی محبوبیت۔ جہاد کی ضرورت۔ جہاد کی فرضیت جہاد کی اجازت۔ جہاد کی اہمیت کی وضاحت کے بعد طیاری جہاد کی وسعت کے باب میں فرمان باری ملاحظہ ہو۔

اعدّوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم۔ وآخرین من دونھم لا تعلمونھم۔ اللہ یعلمھم (پارہ ۱۰ سورہ انفال) اجس قدر مادی و اخلاقی قوت فراہم کر سکتے ہو۔ اپنے دشمنوں کے مقابلے کے لئے مہیا کرو اور باندھے رکھو۔ گھوڑوں کے رسالے اس سے ڈراؤ گے۔ تم خدا کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو۔ ان کے سوا ان کو جنہیں تم اس وقت نہیں جانتے۔ اللہ ان کو جانتا ہے۔ "اعدوا" لفظ عدد سے ہے۔ اور "عدد" اس طیاری سے تعلق رکھتا ہے۔ جسے گنا جا سکتا ہو۔ حساب میں لایا جا سکتا ہو۔ دیکھا جا سکتا ہو۔ اس سے مقصود کوئی خیال یا وہمی طیاری نہیں ہے۔ بلکہ واقعی نظر میں آنے والی محسوس ہونیوالی طیاری ہے

اُس زمانے میں لڑائی کا مؤثر ترین سامان باد پا گھوڑے تھے۔ عرب کے

گھوڑے لاجواب تھے۔ قرآن نے ان کی سوار دوستی اور دفاعی کی شہادت پیش کی۔ اور غازیانِ اسلام کی توجہ "عادیات" اور "موریات" کی طرف منعطف فرمائی۔ قرآن نے بتایا۔ کہ مسلمان جہاد کی تیاری اس پیمانے پر کریں کہ جس سے دشمنانِ خدا مرہوب (خوف زدہ) ہوں۔ ملّتِ اسلامیہ کے بدخواہ مرعوب ہوں اور نادیدہ دشمن بھی جن کا علم صرف خدا کو ہے مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہونے کا حوصلہ نہ کر سکیں۔

اس آیۂ وافر ہدایہ کے اوّلین مخاطبین صحابہؓ نے اس پر عمل کیا۔ ان کے حاضر غائب دشمن ان سے ڈر گئے۔ ان کی نسبت ان کے اعداء کی رائے یہ تھی۔ کہ وہ باللیل رہبان ہیں رات کے وقت اُن سے بڑھ کر عابد کوئی نہیں۔

" و بالنہار فرسان ہیں اور دن کے وقت اُن سے بڑھ کر شاہ سوار اور مجاہد کوئی نہیں۔

انہوں نے بقول فاضل مورخ گبن تیس سال میں تین براعظموں (افریقہ۔ ایشیا۔ یورپ) پر اپنی سطوت اور اپنی شرافت کا سکہ بٹھا دیا نقش جما دیا اور دنیا نے یہ نقشہ دیکھا کہ ؎

وہ پلٹ دیتے تھے دنیا کا مرقع پل میں!

جن کے ہاتھوں میں رہا کرتی تھی اُونٹوں کی مُہار

مسلمانوں کا یہ تھا کردار، ان کے اپنے ایثار۔ قرآن پر عمل اور دعائے احمد

مختارؐ کا کرشمہ تھا۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں ۔

بوریا مرہونِ خوابِ راحتش
تاجِ کسریٰ زیرِ پائے امتش
ماند شبہا چشمِ او محروم نوم
تا بہ تختِ خسروی خوابید قوم
وقتِ ہیجا تیغِ او آہن گداز
دیدۂ او اشکبار اندر نماز
از کلیدِ دیں درِ دنیا کشاد
مادرِ گیتی مثالِ او نہ زاد

(ترجمہ) نبی کریمؐ بوریا پر سوتے تھے۔ آپ کی دعا سے نوشیرواں کا تاج آپ کی اُمت کے پاؤں میں گرا۔ آپ اس لئے لمبی راتیں جاگے تاکہ آپ کی قوم بادشاہوں کے تخت پر سوئے۔ لڑائی کے وقت آپ کی تلوار لوہے کو نرم کر دیتی تھی۔ آپ کی آنکھیں نماز میں آنسو بہاتی تھیں۔ آپ نے دین کی کنجی سے دنیا کا دروازہ کھولا۔ دنیا آپ کی نظیر پیدا نہ کر سکی ۔

جہاد کی مدّت

نبی کریمؐ کا ارشاد ہے "الجہاد ماضٍ الی یوم القیامۃ" جہاد روزِ

قیامت تک رہے گا۔ نبی کریم رحمۃ العالمین تھے۔ آپ کو جہاد کرنا پڑا۔
ہر بس سے کیوں کنارہ کش ہو سکتے ہیں۔ انسان ۸۶ عناصر کا پتلا ہے۔ چار
اکابر عنصر آگ۔ پانی۔ مٹی۔ ہوا کو خدا ہی ایک جگہ جمع کر سکتا ہے۔ عقلاً
وطبعاً ان میں منافرت تامہ ہے۔ اُن میں سے ایک کے حیزیا احاطہ میں
دوسرے کا ٹھکانا کہاں! جیسے عاشق کے دل میں صبر اور چھلنی میں
پانی کا ٹھہراؤ محال ہے۔ ایسے ہی ان عناصر کا آس پاس ہونا اور ایک
دوسرے کی پامالی کے درپے نہ ہونا ممکن نہیں۔ تجربہ شاہد ہے کہ اگر
ہوا کو پانی میں چھوڑ دیا جائے تو وہ اس کا خون بہا کر اسے چیر کر پھاڑ کر
فوراً ہوا ہو جاتی ہے۔ لطف یہ کہ ان کے مزاج میں بھی غضب کا تفاوت
ہے۔ کوئی ہلیہ کے تو وہ لئے برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ اور کوئی
جہنم کی حدت سے زیادہ گرم۔ کوئی تر دامن صوفی سے زیادہ تر۔ اور کوئی زاہد
خشک سے زیادہ خشک۔ طرفہ یہ کہ روح کی پسند اور جسم کے تقاضے
انوکھے۔ حالت یہ ہے کہ ایک ہی شخص کے کل اعضا کا مزاج یکساں نہیں
ہڈیوں میں اتنی ٹھنڈک ہے کہ دل میں آجائے تو اس کی حدت برودت سے
بدل جائے۔ اور صاحب دل ٹھنڈا ہو جائے۔ سیدھی سی بات ہے کہ
جو حضرات ان عناصر سے مرکب ہوں۔ وہ خون گرائے بغیر کیونکر رہ سکتے ہیں۔
لڑائی تو ان کا طبعی تقاضا ہے۔ فرشتے سچے تھے۔ انہوں نے آدمؑ کا

خمیر دیکھا۔ انہوں نے مٹی اپنے ہاتھ سے گوندھی۔ کہ بیٹھے کہ آگ پانی مٹی ہوا کا پتلا زمین میں خونریزی بھی کرے گا۔ اور فساد بھی پھیلائے گا۔ انہیں بتایا گیا۔ کہ آدمؑ کو وہ علم عنایت کیا جائے گا۔ کہ جو دافعِ فساد ہوگا۔ عہدِ حاضر میں گوناگوں فسادات اور لوقلموں فتنے برپا ہیں۔ ان کے مقابلے کے لئے تبلیغ اور جدال و قتال کی ضرورت ہے۔ یہ ضرورت ہمیشہ تھی آج بھی ہے کل بھی ہوگی۔

ترکِ جہاد کا اثر

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے اوّلین خطبۂ خلافت میں ارشاد فرمایا:۔

لَا يَدَعُ قَوْمٌ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللهِ۔ اِلَّا ضَرَبَهُمُ اللهُ بِالذُّلِ۔ وَلَا يَشِيعُ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ اِلَّا عَمَّهُمُ اللهُ بِالْبَلَاءِ۔

ترجمہ:۔ جو قوم خدا کی راہ میں جہاد چھوڑ دیتی ہے۔ اللہ اسے ذلیل کر دیتا ہے۔ جس قوم میں فسق و فجور پھیل جاتا ہے۔ وہ بلاؤں میں گرفتار ہو جاتی ہے۔

جب تک مسلمان جہاد کی طیاریوں میں مصروف رہے۔ ان کے دشمن ان سے کانپتے رہے۔ ان کی حکومتیں محفوظ رہیں۔ ان کے گھر آباد رہے ان کے دین کا عروج رہا۔ ان کا وقار رہا۔ وہ امن و امان کی دولت سے مالا مال

رہے ۔ وہ جہاں رہے تمکنت و عزت سے رہے ۔ اُن کی تہذیب کے سامنے کسی کی تہذیب جم نہ سکی ۔ وہ علم کی مسندوں پر فائز رہے ۔ لیکن جب وہ جہاد سے غافل ہوئے وہ مغلوب ہو گئے ۔ مرعوب ہو گئے ۔ مرہوب ہو گئے ۔ وہ بھی دن تھے کہ ان کے سترہ سالہ طارقؒ نے ہسپانیہ فتح کر لیا اور دنیا نے یہ منظر بھی دیکھا کہ مسلمانوں کا نام و نشان اندلس سے مٹا دیا گیا ۔ تاریخ اس وقت کو فراموش نہیں کر سکتی کہ جب اسلام کا پرچم آسٹریا کے دارالسلطنت وائنا پر نصب کیا گیا اور وہ گھڑی بھی اس کے ذہن میں ہے کہ جب خلیفۃ المسلمین کی بہو کو قسطنطنیہ کے قصر یلدیز سے نکلنا پڑا ۔ گنگا اور جمنا کے کناروں پر بیٹھ کر جس قوم کے غازیوں نے نعرہ لگا کے کفرستان میں توحید کی اذان دی — آج جو بے بسی ان کی اولاد کے حصے میں آئی ہے وہ عیاں را چہ بیاں کی مصداق ہے ۔ ہندوستان کے بے شمار

بت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے
ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے نگہبان گئے
منزلِ دہر سے اُونٹوں کے حُدی خوان گئے
اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے

ہم جہاد پر قادر ہوتے تو مشرقی پنجاب ۔ دہلی ۔ الور ۔ بھرت پور

پٹیالہ ۔کپورتھلہ ۔نابھہ ۔فریدکوٹ وغیرہ میں ہمارا لہو مانند آب نہ بہایا جاتا ہماری بے گور و کفن نعشیں پامال نہ ہوتیں ۔ ہماری آبرو خاک میں نہ ملتی ۔ ہماری جائدادیں برباد نہ ہوتیں ۔ ہم بے زر ۔ بے گھر اور بے پردہ نہ ہوتے ۔ جہاد کے فقدان نے ہمیں ویران کیا ۔ جہاد کے امکان نے پاکستان دلایا ۔ پاکستان ہماری امیدگاہ اور ہماری جائے پناہ ہے ۔ پاکستان کو اپنی حفاظت ۔ حمایت اپنی عظمت و عزت کے لئے "جہاد" کی ضرورت ہے ۔ عیاشی سے بچنے کی ضرورت ہے ۔ مجاہد عیاش نہیں ہوتا ۔

جہاد اور پاکستان

ضرورت ہے کہ ہم واقعات کو واقعات کے رنگ میں دیکھنے کے خوگر ہوں محض تخیلات کے دلدادے نہ ہوں ۔ دنیا عالم اسباب ہے ہم تمام اس میں مجبور ہیں مجبور ہیں لیکن ہمارے پاس آلات حرب کی افلاس کمی ہے ۔ ہمارے پاس کافی سامان جنگ ہو تو ہم دنیا کی جابر سے جابر سلطنت کو بفضل خدا نیچا دکھا سکتے ہیں ہماری تیاری کے ذریعے انکو مرعوب کر سکتے ہیں واقعات یہ ہیں کہ سکھ ہمارے خون کے پیاسے ہیں ۔ راشٹریہ سیوک سنگھ کے کروڑوں ارکان ہماری بربادی کے درپے ہیں ۔ ان کی اسلام دشمنی کا عالم یہ ہے ۔ کہ انہوں نے اپنے سیاسی رہنما اور مذہبی پیشوا مہاتما گاندھی کو اس لئے گولیوں سے اڑا دیا ۔ کہ ان کے خیال میں وہ انہیں

مسلمانوں کو تباہ کرنے سے باز رکھنا چاہتا تھا۔ وہ اپنا مربی مسٹر پٹیل کو تصور کرتے ہیں پٹیل کا خصوصی صفت یہ ہے۔ کہ وہ مرد فولاد ہے۔ ہندو مہاسبھا وہ ممتاز ہندو ستھانیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتی تھی۔ اُن میں سے ایک گاندھی کو وہ فنا کر چکی ہے۔ اُن کی نگاہ کا دوسرا کانٹا مسٹر جواہر لال نہرو ہے۔ نہرو پر حملے ہو چکے ہیں۔ اس کی جان معرضِ خطر میں ہے۔ ہندوستان کی ریاستیں پٹیل کے فولادی پنجے میں ہیں۔ بلدیو اس کا دستِ راست ہے۔ مونٹ بیٹن مُشیرِ حرب و سیاست ہے اکالیوں سیوا سنگھیوں اور ہندو مہاسبھائیوں کا طوفان طغیانیوں پر ہے پاکستان کو اپنے دفاع کے لئے ان کے مقابلے میں تیاری کرنا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔ لڑائی کی تمنا مت کرو۔ جب لڑنے پر مجبور ہو جاؤ تو ڈٹ جاؤ۔ اور یاد رکھو الجنت تحت ظلال السیوف (جنت تلواروں کے سائے میں ہے) دنیا میں تیسری عالمگیر جنگ ہو کر رہے گی ایک جانب اشتراکی قیصریت ہے۔ دوسری طرف سرمایہ دارانہ شہنشاہیت ہے۔ ان سے غفلت برتنا موت کو دعوت دینا ہے۔ پاکستان دنیائے اسلام کی سب سے بڑی اقلیم ہے۔ وہ کسی مسلمان سلطنت کے سود و بہبود سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ اسے جس کی مدد کرنا ہے۔ فوجی مدد کرنا ہے وہ اس فریضہ سے عہدہ برآ اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ اس کی لشکری

قوت اتنی مستحکم ہو۔ کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ برطانیہ۔ روس اور امریکہ بھی کسی اسلامی خطہ کو اپنا تختۂ مشق بنا لینے پر قادر نہ ہو۔ اس کے ارادے میں پاکستان کی حربی طاقت کا تصور آڑے آجائے۔ وہ یہ سمجھ لے کہ اگر اس نے کسی گوشہ کے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کے لئے کوئی قدم اٹھایا۔ تو پاکستان اسے کچل کر رکھ دے گا۔ پاکستان ایک نوزائیدہ مملکت ہے۔ اسے داخلی امن کے لئے بھی جدید آلات سے مسلح فوج درکار ہے۔ ضرورت ہے کہ پاکستان کا ہر مسلمان اپنا فرض پہچانے اور کوئی کام ایسا نہ کرے۔ کہ جس سے پاکستان کے بدخواہ فائدہ اٹھا سکتے ہوں۔ پاکستان ایک سیکنڈ کے لئے بھی ان چار کروڑ فرزندانِ توحید سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ کہ جو ہندوستان میں ان پرندوں کی مانند اسیرانِ قفس ہیں کہ جن کے چاروں طرف بھوکی بلیاں اس انتظار کی زحمت میں مبتلا ہیں کہ قفس کا در کھلے اور وہ انہیں کھا جائیں۔

ان کا لبقا اس میں ہے کہ ہندوستان کے اربابِ اقتدار علی وجہ البصیرت جان جائیں اور ان کا یہ علم ٹھوس مادی وجوہ پر مبنی ہو کہ اگر انہوں نے اپنے ہاں کے مسلمانوں کو دکھ دیا۔ تو پاکستان انکی اعانت کے لئے بسرعت تمام میدان جہاد میں گامزن ہو جائے گا جو ہاتھ مسلمان کے خلاف اٹھے گا۔ پاکستان اسے کاٹ کر رکھ دے گا۔ یہ درست ہے

کہ یہ پروگرام غایت درجے کا عظیم الشان ہے مقصد غیر محدود ہے اور ہمارے وسائل از بس حقیر اور محدود ہیں۔ اس کا جواب قرآن کے رُو سے یہی ہے کہ "لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا۔ ہم مکلف اسی کے ہیں جس کا کر سکنا ہمارے امکان میں ہے۔ ارشاد باری میں ہے "اتنی طیاری ضرور کرو، جتنی تمہارے امکان میں ہے۔" اگر ہم نے نیک نیتی سے جو کچھ ہو سکتا ہے کر لیا۔ تو اللہ کی تائید ہمارے شاملِ حال ہو گی اور ہم اپنے مدعا میں یقیناً فائز المرام ہوں گے۔ آؤ اس باب میں بھی اپنے آقا و مولا سید المرسلین۔ خاتم النبیین۔ امام المجاہدین کے اُسوۂ حسنہ کو مشعلِ راہ بنائیں۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں کم و بیش تین سو ہم سفر تیار کئے ان میں سے ہر ایک کو اسلام اپنی ہر پیاری سے پیاری شے سے زیادہ عزیز تھا۔ اسلئے کہ انہوں نے اسے اپنی جان و مال پیش کر کے خریدا تھا اور سب کچھ نثار کر دینے کے باوجود ان کی صدا یہ تھی۔ ع

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ترجمہ: بھاؤ اونچا کیجئے کہ ابھی نرخ بہت سستا ہے۔

ہم اس نعمت سے محروم ہیں۔ ہم اس لئے مسلمان ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد مسلمان تھے۔ ہم نے اسلام کا کچھ مطالعہ کیا ہے۔ ہمارا علم کہتا ہے۔ کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ ہم نے اس کے لئے کوئی قربانی نہیں کی۔ سوچ سمجھ کر

پورے ارادے کے ساتھ اختیاری صورت میں کوئی ایثار نہیں کیا۔

ہم میں سے اچھے خاصے مہذب، ترقی پسند، روشن ضمیر خوش تدبیر مسلمان کے شب و روز یوں بسر ہوتے ہیں کہ وہ رات کے دس گیارہ بجے تک ریڈیو، سینما، ہارمونیم، گراموفون، سنگر کسی محفلِ سرود سے فارغ ہو کر نرم بستر پر دراز ہو جاتے ہیں۔ دن کو آٹھ۔ نو بجے اُٹھتے ہیں غسلخانہ میں پہنچکر نہاتے ہیں۔ خوشبودار اور قیمتی صابون سے بدن کو صاف کرتے ہیں۔ ٹیڑھی مانگ نکالتے ہیں۔ آئینہ سامنے رکھ کر کلے صاف کرتے ہیں سر کے بالوں کو وسلین وغیرہ لگا کر نرم اور چمکیلا کرتے ہیں۔ ایک دو سگار پھونکتے ہیں۔ اخبار پڑھتے ہیں۔ ناشتہ تناول کرتے ہیں اور دفتر یا کالج یا کارگاہ کی راہ لیتے ہیں۔ تھوڑی سی رفیقانہ تفریح کے بعد کام کاج کرتے ہیں۔ لنچ کھاتے ہیں اپنے اپنے مشغلہ میں مصروف ہو جاتے ہیں ہاکی ٹینس کھیلتے ہیں۔ گھر پہنچتے ہیں۔ دوست تشریف فرما ہوتے ہیں یا وہ ان کے ہاں براجمان ہوتے ہیں۔ اس مصروفیت اور مشغولیت میں بر سبیلِ تذکرہ کبھی کبھار یہ کہہ دیتے ہیں۔ بیا انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہیں ہمارا مذہب اسلام ہے۔ اسلام کے لئے قربانی کیا پیش کرتے۔ اس کا تو کبھی موقع ہی نہیں آیا۔ انگریزی حکومت کے دوران میں اسلامی ایثار کی گنجائش بہت کم تھی۔ پاکستان میں اس کا امکان ہے۔ اس وقت تک ذہنیت اسی انداز سے

بسر ہوتی ہے۔ ہمیں سب سے زیادہ خوف موت کا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ نہایت ہی مہیب شے ہے۔ یہ خونخوار درندہ ہے۔ اس کا فریضہ ہر متنفس کو بے جان کرنا۔ چیرنا۔ پھاڑنا ہے۔ والدین کو اولاد سے۔ دوست کو دوست سے۔ بھائی کو بھائی سے۔ شوہر کو رفیقۂ حیات سے جدا کرنا ہے۔ یہ ظالم بامرادوں کو بے مراد کرتی اور عیش و نشاط کی بساط آنِ واحد میں الٹ کر رکھ دیتی ہے۔ منصوبوں کو خاک میں ملا دینا اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ اس کے ڈسے کا علاج نہیں اس کے زہر کا کوئی تریاق نہیں۔

اس کا تصور روح پر ہول طاری کر دیتا ہے۔ انسان اس سے گھبراتا ہے۔ اس سے محفوظ رہنے کے لئے ہزارہا جتن کرتا ہے۔

اس ذاتی تجربے ہر روز کے مشاہدے کے خلاف یہ کیونکر باور کر لیا جائے۔ کہ ایسے لوگ بھی تھے کہ جو موت کو حیات تصور کرتے تھے جو شہید ہو کر ابدی زندگی حاصل کرتے تھے۔ جو غازی تھے مجاہد تھے۔ مرگ سے ڈرتے نہیں تھے۔ اسلام کہتا ہے کہ نبی کریمؐ کی تعلیم نے صحابہؓ کو یہ سمجھایا کہ اللہ کی راہ میں مرنے والا کبھی نہیں مرتا اسے مرا ہوا کہنا جائز نہیں۔ انہوں نے حلقوم عبداللہ سے اللہ کا یہ پیغام سُنا

لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء هم

ولکن لا تشعرون ؀

ترجمہ: اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ مت کہو۔ وہ زندہ ہوتے ہیں۔ لیکن تم کو شعور نہیں"

سچ ہے ؎

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

بصیرت افروز مناظر

کفر اور اسلام کی پہلی جنگ بدر کے میدان میں ہوئی۔ قریش کا سپہ سالار اعظم عمر بن ہشام تھا۔ اس کا لقب ابوجہل تھا۔ یہ شخص قوی ہیکل تھا۔ نڈر تھا۔ غرور و نخوت کا پتلا تھا۔ پندار و رعونت کی چلتی پھرتی دنیا تھا۔ اس سے برسر پیکار ہونا آسان نہ تھا۔ یہ مسلح تھا۔ اسلامی لشکر میں دو بچے بھی تھے۔ ایک کا اسم گرامی معاذ رضی اللہ عنہ تھا۔ دوسرا معوذ رضی اللہ عنہ کہلاتا تھا۔ ان کا سن چھ سات سال سے زائد نہ تھا۔ انہوں نے جیش اسلامی کے ایک رئیس عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے عین اس وقت جبکہ ہنگامۂ جدال و قتال گرم تھا۔ پوچھا " این ابوجہل من کان یسب محمداً " ہمارے نبی کریم کی شان میں گستاخانہ کلمات زبان سے نکالنے والا ابوجہل

کہاں ہے۔ اشارہ سے بتایا گیا" وہ "یہ مانندِ عقاب اپنے شکار پہ جھپٹے
شہید ہو گئے۔ لیکن ابوجہل کو موت کے گھاٹ اتار گئے۔ ہمارا زاویہ نگاہ
بدل جائے تو ہم بھی ان فرزندانِ توحید کی مانند خوفِ مرگ سے بے
نیاز ہو کر زندگی کے لطف سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں (ان بچوں کا یہ کارنامہ
امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح البخاری کی کتاب الجہاد غزوۂ بدر میں درج
کیا ہے)

(۲) مکہ میں ایک نوجوان تھا مصعب بن عمیرؓ یہ عرب میں اس سے
زیادہ خوش وضع اور خوش پوش نوجوان کوئی نہیں تھا۔ فیشن کا دلدادہ
تھا مسلمان ہو گیا۔ والدہ ناراض ہوئی۔ سگی ماں نے بیٹے کو لباس سے
محروم کر دیا مصعبؓ نے ایک کمبل اوڑھ لیا۔ اس کی قبا کا بٹن ببول
کے درخت کا کانٹا تھا۔ یہ مبلّغ بن کر مدینہ گیا۔ اس نے اسلام پھیلایا۔
اس کا جینا اور مرنا دین کے لئے تھا۔ وہ مجاہد تھا۔ مکہ میں ایک خونخوار
کافر ابی بن خلف نامی بڑا سنگدل تھا۔ ایک دن یہ مغرور سرکش گھوڑے پر
سوار جا رہا تھا کہ اس کے سامنے سے نبی کریمؐ گزرے۔ حضورؐ سے خطاب
کر کے کہا:۔

"آپ نے میرا گھوڑا دیکھا۔ اس جیسا گھوڑا سارے عرب میں نہیں
مجھے اس سے صرف ایک کام لینا ہے اور یہ کہ اس پر سوار ہو کر محمدؐ کو

قتل کروں۔ نبی کریمؐ نے جواب دیا "اگر خدا کو منظور ہوا۔ تو میں تجھے اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا۔"

تاریخ شاہد ہے۔ کہ ایسا ہی ہوا۔ یہی وہ مردود انسان تھا کہ جو حضورؐ کے ہاتھ سے واصلِ جہنم ہوا۔ اُحد کی جنگ میں مسلمانوں کو سخت دُکھ پہنچا۔ سبب یہ ہوا کہ ۶۰ تیر انداز مسلمان ایک اجتہادی بھول کے باعث لوٹ میں مصروف ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فتح شکست میں بدل گئی۔ اس سے واضح ہوا کہ جب کبھی مسلمان مالِ غنیمت کے حاصل کرنے یا لوٹ کے باعث اپنے اصل مقصد سے ہٹ جائیں گے تو ان کو دُکھ میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ تاریخ اسلام بتاتی ہے۔ کہ مسلمانوں کو پہلی شکست لوٹ کے سبب ہوئی۔ نبی کریمؐ زخمی ہو گئے۔ آپ کو زخمی سمجھ کر ابی بن خلف آپ پر حملہ آور ہونے کی نیت سے بڑھا۔ مصعب رضی اللہ عنہ جاننے کے باوجود کہ ابی بن خلف کو نبی کریمؐ کے ہاتھ سے ہلاک ہونا ہے۔ یہ دیکھ نہ سکے کہ وہ اُن کے ہوتے ہوئے حضور کی جانب بڑھے۔ ابی بن خلف پر حملہ کیا۔ شہید ہو گئے۔ اپنی جان نبی کریمؐ پر نثار کر دی۔ نبی کریمؐ نے ابی پر نیزے کا وار کیا۔ ابی بن خلف کے خود اور زرہ کے درمیان ذراسی جگہ خالی تھی۔ نیزہ کی نوک اس میں پیوست ہو گئی۔ یہ بدبخت چیختا چلاتا دھاڑیں مارتا مارتا مکہ کے راستے میں مر گیا۔

یہ جانثار گرانڈیل ہونے کے باوجود موت سے ہراساں تھا۔ مصعبؓ نے محبت رسولؐ میں سرشار ہو کر شہادت خریدی۔

(۳) ایک صحابیؓ کے تیر لگتا ہے۔ جاں بحق ہونے سے ایک ساعت پیشتر فرماتے ہیں فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَہ "کعبے کے ربّ کی قسم میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔"

(۴) ایک صحابیؓ عرض کرتے ہیں۔ حضور دُعا کیجئے۔ کہ دشمن کا تیر میری پیشانی پر لگے اور میں شہید ہو جاؤں۔

(۵) عمر بن الجموعؓ۔ بوڑھے تھے ضعیف و نحیف البدن تھے۔ لنگڑے تھے۔ لکڑی کے سہارے بغیر کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ اُن کے چار فرزند تھے، ہر فرزند۔ چاق و چوبند، تندرست و تنومند ہر نوع شریعت کا پابند تھا۔ اُن کے والدِ محترم چاہتے تھے کہ جنگِ اُحد میں شریک ہوں۔ بیٹوں نے کہا۔ والد ٹلنے کے نہیں۔ عمر اُن کی لڑنے کی نہیں۔ ٹانگ سے معذور ہیں۔ اُن کو مکان میں محبوس کرنے کا فیصلہ کیا۔ باپ پر یہ راز کھُل گیا۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جہاد کی اجازت طلب کی۔ نبی کریمؐ نے منع کیا۔ اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عاجزانہ ہاتھ پھیلا کر بولے :-

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی الشَّھَادَۃَ وَلَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ

خائبا۔ (اے اللہ مجھ کو شہادت کی دولت عطا فرما۔ اور مجھ کو محروم بنا کر گھر نہ لوٹا)۔

نبی کریمؐ نے اُن کے بیٹوں سے فرمایا۔ والد کو مت روکو۔ جنگ میں شہید ہوئے۔ اُن کی آرزو پوری ہوئی۔ شہادت نصیب ہوئی۔ صحابہؓ کی اسی آرزو کو پیشِ نظر رکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ اقبالؒ واقعی ترجمانِ اسلام کیا خوب لکھ گئے ہیں۔ آج کل کے مسلمان کو یُوں مخاطب کرتے ہیں ؎

تیری دُعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی
مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے
تیری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
میری دعا ہے تیری آرزو بدل جائے

ایک مومنہ کی آرزو

انس بن مالکؓ (خادم رسول اللہ) بیان فرماتے ہیں۔ نبی کریمؐ ان انسؓ کی خالہ اُمِ حرامؓ کے ہاں تشریف لائے۔ تکیہ لگا کر سو گئے۔ ہنستے ہوئے اُٹھے۔

ام حرامؓ نے عرض کی۔ آپ کیوں ہنسے فرمایا" ناس من امتی یرکبون البحر الاخضر فی سبیل اللہ۔ مثلھم مثل الملوک علی الاسرۃ۔

ترجمہ: میری اُمت کے کچھ لوگ مجھے سمندر میں جہاد کے لئے سوار ہو رہے ہیں۔ اُن کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ ہیں اپنے تختوں پر۔

فقالت یارسول اللہ ادعُ اللہ ان یجعلنی منھم

اُم حرامؓ نے التماس کی۔ اے اللہ کے رسولؐ آپؐ دعا کریں کہ اللہ مجھے بھی ان مجاہدین میں سے ایک بنا دے قال انتِ من الاولین

فرمایا تو اوّلین میں سے ہے۔

۲۸ ہجری میں جب حضرت معاویہؓ کے لشکر نے جزیرۂ قبرص پر حملہ کیا۔ تو اس لشکر میں ام الحرامؓ بھی شریک تھیں وہیں شہید ہوئیں

دوسری روایت میں ہے۔ ام الحرامؓ نے پوچھا۔ یارسول اللہؐ جن کو آپ نے دیکھا کہ وہ جہاد کے لئے سمندر میں جہازوں پر سوار ہو رہے ہیں۔ انا فیھم کیا میں بھی ان میں ہوں گی

نبی کریمؐ نے فرمایا۔ انتِ فیھم تو اُن میں ہے

یہ دونوں روایتیں امام بخاریؒ نے اپنی بخاری کی کتاب الجہاد میں درج فرمائی ہیں۔ اس کا ایک باب امام موصوف نے یہ باندھا ہے باب الدعاء باب الجہاد للرجال والنساء جہاد کے لئے مردوں اور عورتوں کا دعا کرنا۔ یاد رہے کہ پردہ کی آیت چھ ہجری میں نازل ہوئی اور یہ جہاد ۲۸ ہجری میں ہوا۔

صحابیہؓ اور اُس کا نورِ دیدہ

حضرت حارثہؓ۔ بدر کی جنگ میں شہید ہو گئے۔ ان کی والدہ ام الربیعؓ حاضرِ خدمت ہوئیں۔ عرض کی حضور میرا نورِ دیدہ حارثہؓ اگر بہشت میں ہے تو مجھ کو صبر آ جائے گا۔ اور اگر جنت میں نہیں۔ تو میں اس پر خوب آنسو بہاؤں۔ قال حضورؐ نے فرمایا یا ام حارثہ اِنَّھَا جَنَانَ فِی الجَنَّۃِ۔ اے حارثہؓ کی ماںؓ جنت میں کئی باغ ہیں وان ابنک اصاب الفردوس الاعلٰی اور تیرا بیٹا سب سے بلند باغِ فردوس میں ہے۔ (یہ روایت بھی بخاری شریف میں ہے)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ نبی کریمؐ جب سفر کے لئے نکلتے تو قرعہ ڈالتے۔ جس بیوی کے نام قرعہ نکلتا۔ اس کو ساتھ لے کر نکلتے غزوہ بنی مصطلق میں ایسا ہوا۔ آپ نے ہم پر قرعہ ڈالا میرا نام نکلا فخرجت مع النبی صلے اللہ وسلم

پس یہ نکلی نبی کریمؐ کے ساتھ جبکہ پردے کا حکم اتر چکا تھا حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا کہ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب پردے کی آیت اتر چکی تھی۔ ظاہر کرتا ہے۔ کہ آپ کتنی دور بین تھیں۔ ایسے ہی امام بخاریؒ

اپنی کتاب کے باب غزوۃ النساء وقتالھن مع الرجال (عورتوں کا جہاد کرنا اور لڑائی میں مردوں کے ساتھ شریک ہونا) میں بیان کرتے ہیں کہ احد کی لڑائی میں صحابیاتؓ نے مشکیں اپنی پیٹھ پر اٹھائیں وہ غازیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ ایسے ہی امام بخاری نے روایت بیان کی ہے۔ کہ صحابیات جہاد میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

ان دنوں جنگ کی نوعیت بدل گئی ہے۔ ہر بچہ، ہر عورت، ہر بوڑھے اور ہر جوان کو حصہ لینا پڑتا ہے۔ بمبار کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ ضروری ہے کہ ہر مرد اور ہر عورت فنونِ حرب سے آگاہ ہو۔ اس میں یہ حوصلہ ہو کہ بم سے ہراساں نہ ہو۔ اور لڑائی کے آلات جن چیزوں سے بنتے ہیں ان کا علم عام ہو۔ ان سے جو زخم پیدا ہوتے ہیں مستورات بھی ان کے علاج پر قادر ہوں۔ اس کے لئے ہنا ہے کہ بڑے علم کی ضرورت ہے زمانہ نے اپنی خو بدل لی ہے۔ ضروری ہے کہ ہم اس کا مقابلہ کریں۔

پاکستان اور دنیائے اسلام کی خدمت و حفاظت کے لئے ہر ایک تدبیر پر قادر ہوں۔ اگر حفاظت لازمی ہے۔ جنگ کی طیاری کے بغیر چارہ نہیں، تو علم کیمیا طبیعات اور سائنس وغیرہ میں ہمارا انہماک ایسا ہی لابدی ہے۔ جیسا کہ ایمان کی حفاظت کے لئے روحانیات اور شرعیات سے آگاہ ہونا لازمی ہے۔ ہمارے لئے ڈاکٹروں کی اور نرس

قلت ہے۔ مجروحین کی مرہم پٹی کرنے والیاں قطعاً نہیں ہیں یہ کمزوری خاص توجہ چاہتی ہے۔ جو بھائی غیروں کے تصرف میں آجاتے ہیں ان کا ایمان سلامت نہیں رہتا۔ مشرقی پنجاب کے کئی ایک مسلمان ایمان سے محروم ہو گئے، اس لئے کہ وہ اپنی حفاظت نہ کر سکے۔

جہاد کی تڑپ

اگر اس موضوع پر پوری تفصیل سے لکھا جائے کہ ہمارے اکابر میں جہاد کے لئے کتنی تڑپ تھی تو کئی ضخیم کتابیں طیار ہو سکتی ہیں۔ صحابی کھجوریں کھا رہے ہوتے تھے۔ جہاد کے اعلان پر یہ کہکر اپنا دامن جھاڑ لیتے تھے کہ جنت کے میوے کھائیں گے۔ کھجوریں کھانے میں وقت کیوں ضائع کریں۔ بیویوں کے لئے عطر خریدنے جاتے تھے۔ جہاد کا نعرہ سن کر سیدھے لشکر میں شامل ہو جاتے تھے۔ گھر والیاں ان کو شربت کے جام پیش کرتی تھیں۔ برتن اٹھاتے۔ لب کے نزدیک لے جاتے۔ اتنے میں سُن پاتے کہ جہاد کے لئے دیگر صحابہؓ جا رہے ہیں۔ ایک گھونٹ پئے بغیر آب شہادت کے لئے چل پڑتے تھے۔ اگر بیویوں سے اجازت طلب کرنے آتے تھے وہ کہتی تھیں۔ رنج ہے کہ تم نے اسلامی لشکر کا چند ساعتوں کے لئے بھی ساتھ کیوں چھوڑا۔ بوڑھی مائیں اپنے

نونہالوں سے فرماتیں۔ جاؤ اسلام کی شمع پر پروانہ وار نچھاور ہو جاؤ۔
بہنیں بھائیوں کو بھیجتیں۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ ثابت بن
قیسؓ دو سفید کپڑے کفن کے پہن کر اور خوشبو لگا کر نکلے اور شہید ہو
گئے۔ سخت مشکل ہے کہ ان تمام واقعات کا انتخاب کیا جائے۔ ہر
صحابی کا ایثار جداگانہ شان رکھتا ہے۔

مکتوبِ جہاد

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ بستان المحدثین میں رقمطراز ہیں کہ امام عبداللہ
بن مبارکؒ ایک سال حج کرتے تھے۔ ایک سال جہاد۔ ابن خلکانؒ
لکھتے ہیں کہ صوفیوں اور محدثوں کے قافلہ سالار حضرت خواجہ فضیل
بن عیاضؒ زندگی کے آخری ایام میں مکہ مکرمہ پہنچ گئے تاکہ حیات
کا بقیہ حصہ بیت اللہ میں عبادت کرتے ہوئے گزاریں۔ ان کی
حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ محدث و مجاہد سے دوستی تھی
حضرت امام عبداللہ بن مبارک نے ایک منظوم خط ان کے نام ارسال
فرمایا۔ حافظ امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں آل عمران کی آخری آیت
کی تفسیر کے تحت یوں لکھا ہے۔ کہ حضرت امام عبداللہ بن مبارک نے یہ
مکتوب گرامی محمد بن ابراہیم کے ذریعے صوفی صاحب کو بھیجا۔ یہ واقعہ

۱۷۰ھ ہجری کا ہے۔

چند ایک اشعار ملاحظہ ہوں۔

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا

اے حرمین کے مجاہد اگر تو دیکھ پائے کہ ہم کیا کر رہے ہیں

لعلمت انك فی العبادة تلعب

تو تجھ پر ظاہر ہو جائے کہ تیری عبادت تو ایک کھیل ہے

من کان یخضب خدہ بدموعہ

تم اپنے رخسارے اپنے آنسوؤں سے تر کر رہے ہو

فنحورنا بدمائنا تتخضب

لیکن ہمارے سینے خون سے تر ہیں

جب مجاہد کا خط زاہد کو ملا۔ آخر الذکر بہت روئے اور فرمایا

صَدَقَ ابو عبد الرحمٰن میرے دوست ابو عبد الرحمٰن نے سچ فرمایا۔

جہاد کی فضیلت

اس عابد و زاہد کو جس چیز نے اثر پذیر کیا وہ امام المجاہدین نبی کریمؐ کا یہ ارشاد ہے جب انہوں نے اپنے دوست کے جواب میں فرمایا۔

گیا۔

(۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

ایک شخص نے گذارش کی (انّ رجلاً قال۔ یارسول اللہ علمنی عملاً انال بہ ثواب المجاھدین فی سبیل اللہ

اے اللہ کے رسولؐ آپ مجھے کسی ایسے عمل کی ہدایت فرمائیں۔ جس سے مجھے وہ ثواب حاصل ہو جائے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے۔ فقال۔ نبی کریمؐ نے پوچھا (ھل تستطیع ان تصلی فلا تفتر۔

کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ ہر وقت نماز میں مشغول رہو۔

(وتصوم فلا تفطر) اور تمام عمر روزہ رکھو۔

فقال یارسول اللہ انا اضعف من ان استطیع ذالک

عرض کی حضورؐ یہ عمل میری استطاعت سے باہر ہے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا۔ خدائے لایزال کی قسم اگر تم اس پر قادر بھی ہوتے (ما بلغت المجاھدین فی سبیل اللہ) پھر بھی تم مجاہد کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

یہ روایت ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں بیان فرمائی ہے

(۲) امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں یہ الفاظ روایت کئے

ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں قال جاء رجل ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فقال (عرض کی) دلنی علیٰ عمل یعدل الجہاد (آپ مجھے کوئی ایسا نیک کام بتائیں کہ جس کا درجہ جہاد کے برابر ہو)

قال لا اجد (فرمایا میں کوئی ایسا عمل نہیں پاتا جس کا ثواب جہاد کے اجر) برابر ہو)

(۳) ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے۔ قیل یارسول اللہ ای الناس افضل (پوچھا گیا سب لوگوں سے افضل کون ہے) فقال رسول اللہ مومن یجاھد فی سبیل اللہ بنفسہ ومالہ (فرمایا وہ مومن افضل ہے کہ جو راہ خدا میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کرتا ہے۔

(۴) فرمایا راہ خدا میں صبح یا شام کو چلنا ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج چڑھتا اور ڈوبتا ہے۔

(۵) راہ خدا میں صبح یا شام کو چلنا دنیا اور مافیہا سے افضل ہے۔

(۶) اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر مسلمانوں کے دلوں کو ناگوار نہ ہوتا تو میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لئے نکل جاتا خدا

کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ خدا کی راہ میں شہید ہو جاؤں۔ پھر مجھے زندہ کیا جائے۔ پھر شہید ہو جاؤں۔ پھر زندہ کیا جائے۔ پھر شہید ہو جاؤں۔

فرمایا جس شخص کے پاؤں اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوں۔ اُسے دوزخ کی آگ چھو نہیں سکتی۔

آپ کے یہ ارشادات صحیح بخاری سے لئے گئے ہیں۔

غازیانِ پاکستان

پاکستان فرزندانِ توحید اور حلقہ بگوشان رسول حمیدؐ کا وطن ہے ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اپنے آقا و مولاؐ کے ارشادات پر عمل پیرا ہوں۔ اور جہاد کے لئے ہر آن طیار رہیں۔ پاکستان کے پٹھان۔ قبائلی بلوچ۔ راجپوت میواتی۔ پیدائشی جنگ آزما واقع ہوئے ہیں۔ بنگالی غضب کے ہوا باز ہیں۔

مغربی پنجاب کے مسلمان کہاں نہیں لڑے۔ افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں کی پیاس ان کے خون نے بجھائی آسام کی دلدلوں میں انہوں نے اپنا لہو بہایا۔ اطالویوں کی روح ان سے کانپی۔ نازیوں کی گردنوں کو انہوں نے توڑا۔ جاپانیوں کا انہوں نے کچومر نکال کر رکھ دیا

یہ جانفروز یہ امیر یہ جانباز یہ رشتۂ اتحاد میں منسلک ملت کی راہ میں دنیا
کے ہر گوشے میں لڑے۔ اسلام کی تمنا یہ ہے پاکستان یہ چاہتا ہے کہ
یہ شجاعت کے پیکر غیرت کے مجسمے خدا کی راہ میں بھی جہاد آزما ہوں۔
انگریزوں کی "وفاکیشی" کے گن گا کر تھے، دین بچانے کی خاطر بھی ان سے
راضی ہو جائے کہ جس کی حمایت و شفاعت کے بغیر نہ دنیا میں اطمینان
کی دولت نصیب ہو سکتی ہے اور نہ عقبیٰ میں سرخروئی کی نعمت
میسر آ سکتی ہے۔ اقبالؒ نے قدرت کا راز کن موزوں الفاظ میں واضح
کیا ہے ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

فنون و آلاتِ حرب

دشمن کو مرعوب، بدخواہ کو مرعوب اور حاسد کو مغلوب اور
معاند کو منکوب کرنے کی مؤثر ترین شرعی اور حربی تدبیر یہ ہے کہ
پاکستان کے مسلمان فنونِ حرب میں اتنا کمال حاصل کریں۔ اور ان
کے آلاتِ حرب اتنے جدید، اتنے معقول اور اتنے مؤثر ہوں
کہ کوئی حریف ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ کر سکے

اس خصوص میں سنتِ نبوی کا پیشِ نظر لانا ضروری ہے۔

نبی کریمؐ نے دس سال میں دس لاکھ مربع میل علاقہ فتح فرمایا مفتوحوں سے اپنے خلق سے کلمہ پڑھایا۔ روزانہ قریباً ۲۷۴ میل کے اوسط سے ۱۰ سال تک فتوحات کا سلسلہ ہجرت سے یومِ رحلت تک جاری رہا۔ اور اس اثنا میں بے شمار انسان ہر روز دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ نبی کریمؐ نے ایک ملت تیار کی۔ ایک سلطنت کی بنا ڈالی۔ حکومت کا نیا آئین بنایا۔ اسلام کو درجۂ اتمام تک پہنچایا۔ نظام عسکری میں بھی آپ نے غیر معمولی اصلاح کی۔

(۱) اس خصوص میں سب سے نمایاں جاذب نظر اور دلپذیر امر یہ ہے کہ آپ نے عرب میں "حرب" کے بجائے جہاد کی روح پھونکی عرب نام و نمود کے لئے نبرد آزما ہوتے تھے۔ وہ اپنے شاعروں کی زبانوں سے اپنے شجاعانہ کارناموں کا تذکرہ سن کر مسرور ہوتے تھے۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے لڑتا تھا۔ ایک شخص کی دوسرے سے مٹھ بھیڑ ہوتی تھی۔ ان کی تمام قتال آرائیاں اسی نوعیت کی تھیں جیسی یورپ اور امریکہ میں ہیں وہ بے حد بےباک اور سفاک تھے۔ رحم ان کے نزدیک بزدلی تھا۔ بچوں کو ہلاک کرنا۔ عورتوں کو ذبح کرنا۔ دشمنوں کو قتل کر

کے ان کی نعشوں کو ریزہ ریزہ کرنا ان کی کھوپڑیوں میں شراب پینا۔ یہ تمام وحشیانہ افعال ان کو مرغوب تھے۔ ان کی تمام سرگرمیوں کا نام "حرب" تھا۔ نبی کریمؐ نے انہیں نام ونمود کی راہ سے ہٹا کر قبیلوں کے لئے خون بہانے کی راہ سے بچا کر ناتوانوں کو کچلنے سے نفرت دلا کر خدا کی راہ میں یعنی نیکی خیر عدل احسان رحم انسانیت کے لئے قربان ہونا سکھایا۔ مختصر یہ کہ آپ نے خوگر حرب خطے کو مجاہد بنایا۔ بلاشبہ جہاد خیر العبادؐ کی ایجاد ہے۔ جہاد حرب پر ضرب لگانے کے لئے ہی جہاد دافع فساد ہے۔ جہاد مالی قربانی ہے۔ جہاد حرص وہوا کے دامن کو پارہ پارہ کرتا ہے۔ جہاد اخلاق کو عرش تک بلند کرتا ہے جہاد تزکیۂ نفس کی موثر تدبیر ہے۔ جہاد رضائے الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ یورپ کی دو قیامت خیز لڑائیاں حرب وضرب کی ہولناک کہانیاں ہیں۔ ان کا مقصد کمزور اقوام کو جابر کا غلام بنانا تھا۔ قیصر نے جرمنوں کو حرب کا پیکر اس لئے بنایا کہ اس کا نام اونچا ہو۔ ہٹلر نے اپنے طریق پر اپنی قیصریت کے محل کی تعمیر چاہی۔ مسولینی نے روما کی دیرینہ عظمت کو از سر نو زندہ کرنے کے لئے لاکھوں اطالویوں کو موت کے آغوش میں پہنچایا۔ امریکہ دنیا کو اپنا محتاج بنانے کے درپے ہے اس کا ہر ساکن عصر حاضر کا قارون ہے۔ اگر سات ولایتوں کی دولت

بھی ان کے قدموں میں ڈال دی جائے تو وہ اسے سمیٹ لینے کے
بعد آٹھویں کی فکر میں غلطاں و پیچاں ہو جائیں گے وہ یونان اور ترکی
کی پرورش اسی ڈھب سے کر رہا ہے۔ جیسے قربانی کے دُنبوں کی کی
جاتی ہے۔ روس پولینڈ۔ بلغاریہ اور رومانیہ کو اس لئے مضبوط کر رہا ہے
تاکہ ان کا لہو سُرخ فوج کے کام آئے۔ چینی روسیوں اور امریکنوں
کے ہتھے چڑھکر خانہ جنگی کی زنجیروں میں جکڑے گئے ہیں ان میں
سے ہر ایک فریق یہ کہہ رہا ہے ؎

میں وہ ہوں صید کہ خود دام میں پھنستا جا کر
گر قفس سے مجھے صیّاد رہائی دیتا

یونان ان کی عنایتوں سے خودکشی میں مصروف ہے فلسطین
سرزمین کا ایک ایک ذرّہ ان کی جان کو رو رہا ہے۔ [illegible] اور امریکہ کی
رقابت جوش پر ہے۔ مشرق وسطےٰ کے فرزندان
کو ترغیب و ترہیب کے ذریعے مجبور کیا جا رہا ہے کہ ان میں سے کسی
ایک کے ساتھی بن جائیں۔

اسلامی دُنیا کے ذخائر روغن امریکہ اور برطانیہ کے کام آ رہے
ہیں۔ رُوس ان کی طرف للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ ایران
اپنی مصلحتوں کی بنا پر امریکہ سے تعلقات مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ رُوس

کو اس کی یہ روش گوارا نہیں۔ خدا خیر کرے۔ افغانستان کی جانب بھی امریکہ کی سرمایہ دارانہ جمہوریت اور روس کی اشتراکیت کی نظریں اٹھ رہی ہیں امان اللہ خان کی واپسی کا افسانہ "قندھار بابا" کا بعض قبائلی علاقوں میں ورود۔ ڈیرہ دون سے امیر ایوب خان غفران مکان کے صاحبزادگان کی مہاجرت۔ سرخ پوشوں کی پٹھانستانی تحریک۔ فقیر ایپی صاحب کی پٹھانستان طلبی معمولی باتیں نہیں۔ ہندوستھان میں گاندھی جی کا سفا کانہ قتل الور، بھرت پور، پٹیالہ، فرید کوٹ، کپورتھلہ، گوالیار وغیرہ سکھ اور ہندو ریاستوں کی دسیسہ کاریاں۔ کمیونسٹوں کی تیزیاں اور جو دنیاں ندیاں ہیں، ان کے منبعے کافی دور واقع ہوئے ہیں۔

پاکستان میں بھی طبقاتی و جماعتی چپقلش کی داغ بیل ڈالی جا رہی ہے کہا جا رہا ہے۔ اسلام کے رشتہ کی پکار سے پاکستان حاصل ہو سکتا تھا حاصل ہو گیا۔ اس کے حصول کے بعد ضرورت ہے کہ پاکستان میں دو جماعتیں ہوں سرمایہ داروں کی جماعت اور مزدوروں کی جماعت۔ پاکستان دنیائے اسلام سے رشتہ نہ گانٹھے بلکہ کسی سرمایہ نواز یا مزدور نواز حکومت سے وابستہ و پیوستہ ہو جائے۔ دینی رابطہ کو نظر انداز کر کے معاشی واسطہ کی وساطت سے اپنی ملت کی بنیادیں استوار کرے۔ یہ سب باتیں یہ تمام چالیں یہ گھاتیں محض حرب کی ہیں۔ ہمیں ان کا شکار نہیں ہونا ہے۔ بلکہ ان پر جہاد کی ضرب

لگانا ہے، جہاد سنت ہو گئی ہے۔ کفر کی دنیا طاغوت کی راہ میں لڑنے کی تیاریاں کر رہی ہے۔ تو ہم خدا کی راہ میں لڑنے کی تیاریاں کریں ؎

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الا اللہ

(۲) عربوں میں صف بندی کا رواج نہ تھا۔ وہ لڑتے تھے۔ بے تحاشا لڑتے تھے۔ مسلسل کئی کئی سال لڑتے رہتے تھے۔ لیکن لڑنا جانتے نہیں تھے۔ ان کی گرج بادلوں کی گرج کو ماندہ کرتی تھی۔ لیکن ان کا جوش بے محل اور خروش بے وقت ہوتا تھا وہ اپنے نیزے بھالے۔ تیر و تفنگ۔ سنان و پیکان اور تلواریں ضائع کر دیتے تھے۔ نبی کریمؐ نے انہیں صف بندی سکھائی۔ نماز نے ان کو پانچ مرتبہ صف بندی کا دلدادہ بنایا۔ بدر کی جنگ میں مسلمان منظم حیثیت سے صف آرا ہوئے قریش مکہ ان سے تعداد میں زیادہ تھے۔ مگر ان میں نظم نہ تھا۔ وہ بیابان کے غول تھے۔ ان کی حیثیت ایک صحرائی بھیڑ کی تھی۔ ان کے پاس اسلحہ کی بہتات تھی۔ لیکن وہ ان کے صحیح استعمال سے آشنا نہ تھے۔ وہ جری تھے۔ مگر اناڑی تھے۔ ابنِ ہشام رقمطراز ہے کہ مسجد میں نمازیوں کی صفیں سیدھی کرانے والے نے نمازیوں کو ایک قطار میں کھڑا کیا

فاضل مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے وقت توصف آرائی ایک خاص افسر کے سپرد کی گئی۔ اس کا لقب "وازع" تجویز کیا گیا۔ میمنہ میسرہ قلب کے الفاظ ہمارے ہیں۔ ابن سعد۔ ابن ہشام اور طبری لکھتے ہیں کہ اسلامی لشکر کی روانگی سے پیشتر۔ شہر کے باہر فوج کا معائنہ کیا جاتا تھا۔ کم عمر۔ رضاکار یا سواری یا اسلحہ نہ رکھنے والے یا جن کا وجود مفید ہونے کے بجائے مضر تصور کیا جاتا تھا۔ ان کو واپس کر دیا جاتا تھا "ففتہ کالم" کو اس عہد کی بولی میں منافق کہتے تھے۔ آج جدال و قتال نہایت ہی مہتم بالشان شعبہ بن گیا ہے۔ اس زمانے کے کافر عرب اس سے آشنا نہ تھے۔ مسلمان آشنا تھے۔ اُن کو لڑنا آگیا تھا۔ ان دنوں کفر کی دنیا فنِ حرب کی ماہر ہے اور فرزندانِ اسلام جہاد کی مہارت اور اسلحہ کے فقدان کے باعث

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں ذراتی بم نہیں۔

کی مصداق بنے ہوئے ہیں۔

اسلامی ممالک اپنے عساکر و جنود کی تربیت کے لیئے اس امر کے جویاں ہیں کہ جرمنوں امریکیوں اور انگریزوں کی حرب گاہوں بندرگاہوں اور ہوائی مرکزوں کا رُخ کریں۔ یورپ اور امریکہ کے غیر مسلموں سے فنونِ جنگ سیکھیں۔ اسلحہ سازی سیکھیں۔ ہمیں اس سے گریز نہیں

نہیں کرنا چاہیئے۔ جھوٹا تکبر مفید نہیں۔ غلط قسم کی خوش فہمی مناسب نہیں۔ بہیمہ واقعات کو واقعات کے رنگ میں دیکھنا چاہیئے۔ اصول کار یہ ارشاد احمد مختار ہے کہ اچھی چیز جہاں سے ملے اسے اپنا مال سمجھ کر حاصل کرنے کی سعی کرو۔ نبی کریمؐ نے خندقیں ایرانی ڈھب کی کھودیں اور اس باب میں سلمان فارسیؓ کے مشورے پر عمل کیا۔ کافر عرب۔ عجم کی کوئی چیز اپنانے کو طیار نہ تھے۔ لیکن مسلمان عرب تیار ہو گئے پاکستانیوں کا فرض ہے کہ ہر ملک کی جنگی تدابیر کا بنگاہِ غائر مطالعہ کریں اور ہر اچھی تدبیر کو اس خیال سے اپنائیں کہ ایسا کرنا سنتِ نبوی پر عمل پیرا ہونا ہے

ہوائی طاقت

عہد حاضر میں سب سے زیادہ جاذب توجہ شے ہوائی طاقت ہے پٹھان بہادر ہیں۔ ڈوگرے بھگوڑے ہیں۔ پونچھ کے مجاہد غیور ہیں جبور ہیں۔ سکھ درندے ہیں۔ بزدل ہیں مگر ہندوستان کے طیارے بہادروں، غازیوں کے لئے قدم قدم پہ رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں۔ بزدل ہوائی جہازوں سے بم پھینکتے ہیں اور شجاعت کے پتلے غاروں میں چھپنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ہندوستانی ہوا باز ماہر نہیں ان کے نشانے ٹھیک نہیں بیٹھتے۔ لیکن وہ جب تک خاص بلندی تک نہ پہنچ نہ آجائیں زد سے

محفوظ رہتے ہیں مسعودی غضب کے نشانچی ہیں۔ آزاد کشمیر کے سپاہی ہندستانیوں
کے لئے تباہی کا موجب بنے ہوئے ہیں۔ پنجابی مسلمانوں نے ان کے
چھکے چھڑا دیئے ہیں۔ یہ سب کچھ صحیح و درست اور بجا۔ اس سے انکار نہیں کہ
قبائلی جو کام ہاتھوں سے لے رہے ہیں۔ ہندوستانی ٹینکوں اور کلدار توپوں
سے نہیں لے رہے۔ لیکن یہ سوچو کہ اگر مجاہدوں کے پاس بھی جدید آلاتِ
حرب ہوں تو وہ دیکھتے ہی دیکھتے کیا کچھ نہ کر دکھائیں۔ ہم اکالیوں سے
ڈرنے والے نہیں تھے لیکن فوج اور پولیس کی آتشباری کا مقابلہ ہمارے
بس کا روگ نہ تھا۔ اکالیوں، سیوا سنگھیوں، مہاسبھائیوں نے لاتعداد
بم بنائے۔ انہوں نے ان گنت اسلحہ بنایا۔ ان کے نہیں تو کارخانے
ہندوستان کے ہر گوشے سے برآمد ہو رہے ہیں ان کی جنگی تیاریاں
غضب کی تھیں۔ مانا کہ انہوں نے ہماری تباہی کے پروگرام کی آڑ
میں کانگریس کو لتاڑنا اور پچھاڑنا چاہا۔ مگر ان کی ذہنیت تو نہیں بدلی
ان کا یہ ساز و سامان زمین تو نگل نہیں گئی۔ ہوا میں نہیں اڑ گیا وہ ہندوستان
کی حکومت کے پاس ہے۔ ہندوستان میں ۸۰ فی صدی ہندو آباد ہیں
راجوں، مہاراجوں پر کانگریس کا تصرف نام نہاد ہے لیکن ہندوستان
کو خاطر میں نہیں لاتے۔ مگر یاد رکھو کہ کانگریس مسلمان کے مقابلے میں بہر
حال ہندو کی بہی خواہ زیادہ ہے۔ حقائق تبدیل نہیں ہوتے۔ پانی کبھی

بھی خون سے زیادہ گاڑھا نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان میں جو مقام پٹیل اور نہرو کو میسر ہے کسی اور کو حاصل نہیں۔ گاندھی جی کے قتل کا سیلاب ان کی قوتوں کو بہا کر نہیں لے جا سکتا۔

کمیونسٹ ٹیپں کا بہ مشکل مقابلہ کر سکتے ہیں۔ روس اور امریکہ کی آویزش سے ہماری کنارہ کشی سخت ٹیڑھا معاملہ ہے۔ نجات حزم و احتیاط کی راہ یہ ہے کہ داخلی اور خارجی امن کے لیئے ہر ممکن سعی کی جائے اور سمجھ لیا جائے۔ کہ حفاظت کی بہترین تدبیر غیر کو مرعوب و مرہوب کرنے والی عسکری طاقت ہے اور یہ وہ حقیقت ہے۔ کہ جس کی طرف قرآن ہماری توجہ منعطف کر رہا ہے۔

ہمارے طیّارے

ہر پاکستانی کو آزاد فضا میں پرواز کا خوگر ہونا چاہیئے۔ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفٰےؐ سے ہمیں
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

ہم سات کروڑ ہیں۔ کاش ہم میں سے ہر شخص ہر مہینے کم از کم ایک روپیہ پاکستان طیارہ فنڈ" کے لیئے دے۔ تاکہ ہماری حکومت ہر ماہ

سات کروڑ روپیہ ہوائی طاقت پر صرف کرنے کے قابل ہو جائے۔ ضرورت ہے کہ اس چندہ کی بنیاد ڈالی جائے۔ اور اسے کم از کم ایک سال کے لئے ضرور جاری رکھا جائے۔ جو مسلمان ایک روپیہ دینے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں۔ ان کی بجائے دوسرے زیادہ دیں اور اس طرح ۷ کروڑ روپیہ فراہم ہو جائے۔

علاوہ ازیں تحریک کی جائے کہ پاکستان کا ہر بڑا شہر، متوسط درجہ کا شہر اور چھوٹا شہر ایک طیارہ کی طیاری کا خرچ برداشت کرے۔ پاکستان کا کوئی صوبہ۔ کوئی ضلع۔ کوئی شہر۔ کوئی قریہ۔ کوئی قصبہ اس سے خالی نہ رہ جائے۔ اس کار خیر کے لئے سر ایثار سے کام لیا جائے۔ ہر قربانی کو فرض ایمانی تصور کیا جائے۔ پاکستان غازیوں کا گھر۔ کاریگروں کا وطن اور فوجیوں کا مسکن ہے۔ پاکستان کا ہر رضاکار آفت کا پرکالا ہے۔ ہمارے سپاہی اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ہم بلاشبہ تیغوں کے سائے میں پلکر جواں ہوئے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم نے شہنشاہوں کے تخت الٹ کر رکھ دیئے۔ لیکن پاکستان میں آلات حرب کے کارخانے کم ہیں۔ ہمارے ہاں پٹرول کی فراوانی ہے۔ ہمارے دریا ہمارا سلسلۂ انہار کارخانوں کی خدمت کے لئے بھی طیار ہے۔ ہمارے ہاں لوہے اور کوئلہ کی کمی ہے۔ ضرورت ہے کہ جہاں سے میسر آ سکتا ہو لوہا اور کوئلہ حاصل

کیا جائے۔ اور ہم ایک پرزہ کو ضائع کرنا حرام تصور کریں۔ قومیں جب کرنے پر آجاتی ہیں تو کیا کچھ نہیں کر گزرتیں۔ ہمارے ہاں معدنیات کی کمی نہیں۔ علمی تحقیقات کی جائے تو بڑے بڑے نادر خزانے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اس باب میں ہمارے طلبہ کو یورپ اور امریکہ کی ہر یونیورسٹی سے فائدہ حاصل کرنا چاہیئے۔ اس وقت تک ہم نے ان ممالک کی غلامانہ اور کورانہ تقلید کی ہے۔ ہم نے لباس وہی پسند کیا کہ جو انگریزوں کی نگاہ میں بھلا معلوم ہوتا تھا۔ ہماری میزوں پر کھانے وہی چنے گئے جو غیر ملکی حاکموں کو مرغوب تھے۔ ہم نے ان سے عیاشی سیکھی! اوباشی کا درس لیا۔ تکبّر سیکھا۔ رشوت ستانی سیکھا۔ لیکن ہم نے اُن سے کوئی ہنر نہ سیکھا ہم نے فیشن کے میدان میں ان کو چاروں شانے چت گرا دیا۔

ہم پورے دو سو سال میں ایک بھی مُوجد نہ پیدا کر سکے۔ ہم اسلاف کے نقشِ قدم پر تو کیا گامزن ہوتے ہم ان خوبیوں کو بھی اپنے اندر پیدا نہ کر سکے کہ جو امریکنوں اور انگریزوں کا طرّہ امتیاز ہیں۔ ہم ان سے وقت کی پابندی بھی نہ سیکھ سکے۔ ہماری نسبت کسی کا یہ کہنا غلط نہیں ؎

در کفر ہم کامل نہ ای زنّار را رسوا مکن

ہمارے پاکستان میں جو کچھ ہے وہ اسے ہم سے زیادہ جانتے ہیں

اور ہم اس کے لئے اُن کی شاگردی پر مجبور رہیں کہ وہ ہمیں بتائیں کہ پاکستان میں کوئلہ کہاں ہے؟ پٹرول کہاں ہے؟ نیویارک کا رہنے والا امریکن ان جڑی بوٹیوں سے آگاہ ہے کہ جو گلگت اور چترال کی پہاڑیوں پر پائی جاتی ہیں۔ آزاد علاقہ کی معدنی دولت انگریزوں کی نگاہوں سے اوجھل نہیں انہوں نے ہم کو وہی کچھ بتایا اور پڑھایا کہ جس کے لئے ہم ان کے کام آسکتے تھے وہ اپنی ضرورتوں کے لئے ہم کو وہ کچھ سمجھا سکتے ہیں کہ جو ہمارے لئے واقعی مفید ہے لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم غیروں سے جو کچھ حاصل کریں۔ اس انداز سے حاصل کریں۔ کہ وہ ہم کو آلہ کار نہ بنا سکیں۔ ہم دنیا کے اسلام کی کل کا سب سے بڑا باشندہ ہیں۔ دنیا کو ہماری ضرورت ہے۔ اگر ہم نے اپنے آپ کو ارزاں نرخ پر فروخت کرنے سے بچا لیا۔ اور اپنی قدر پہچان لی اور ہم خود آگاہ ہو گئے تو ہم بہت جلد اغیار کی ذہنی غلامی سے بھی آزاد ہو جائیں گے۔

(۳) نبی کریمؐ کے سپاہیوں نے خیبر کی جنگ میں یہودیوں کے قلعوں پر منجنیق سے پتھر برسائے۔ قدرت نے ابابیل کو یہ علم بخشا کہ وہ ایسے کنکر اٹھا کر لائیں کہ جن سے ہاتھیوں کے جگہ چھلنی ہو جائیں اور وہ گھاس کا چورہ بن کر رہ جائیں۔ قرآن نے بتایا کہ قوم لوطؑ پر پتھراؤ کیا گیا۔ اُن پر فرشتوں نے زہریلی گیس چھوڑی۔ ان دنوں عالم

بہرے مہ سجے کی حرام کاریوں میں مبتلا رہنے والے اپنی زہریلی گیسوں سے مومنوں پر ان کے حجروں اور خانقاہوں کے زاویوں پر حملے کر رہے ہیں۔ گیس کا مقابلہ گیس ہی سے ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید نے خدا کے فرستادوں کو جھٹلانے والوں کے لئے جو اشیاء استعمال کیں۔ ان کا سراغ لگانا تفسیر قرآن کا نادر روزگار علمی و عملی شاہکار تصور ہو سکتا ہے۔ آزاد پاکستان کے مفسروں کو اس سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔

(۴) طائف کے محاصرہ میں وہ دبابے استعمال میں لائے گئے جن کی ترقی یافتہ صورت عہد حاضر کے ٹینک ہیں۔

معلوم ہوا کہ اپنے بچاؤ اور دشمن کے سنہراؤ کے لئے جدید آلاتِ حرب بنانا طیار کرنا اور ایجاد کرنا بھی سُنّتِ نبوی ہے

دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ پاکستان کے ہر مسلمان کو سلف صالحین کی راہوں پر گامزن ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ ہر کلمہ گو امام المجاہدین کی ہر سنت کا دلدادہ بن جائے اور ہر فرزندِ توحید عابد۔ زاہد۔ مجاہد اور اپنے عمل و قول سے نظامِ شرعی کا شاہد بن جائے ۔۔

اسلام کا پیام

جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اس میں جہاد کی حقیقت، اہمیت اور ضرورت قرآن اور حدیث سے دکھائی گئی ہے۔ قرآن نے اصول واضح کر دیئے نبی کریمؐ نے اپنی قولی اور عملی تعلیم سے جہاد کے تمام خط و خال دکھا دیئے آپ نے ایسے مجاہد تیار کئے۔ جنہوں نے موت کی رگوں کو چیرا۔ اور اس سے حیات نکالی۔ کونسی مشکل ہے کہ جس کا حل قرآن میں نہیں کونسی الجھن ہے کہ جس کے سلجھاؤ کی تدبیر آنحضرتؐ نے نہیں بتائی۔

قرآن زندہ و تابندہ و درخشندہ کتاب ہے۔ اس کا ایک ایک حرف حیاتِ جاودانی کا آفتاب ہے۔ کونسا اندھیرا ہے جسے ہم اس نور سے کافور نہیں کر سکتے۔

قرآن نے بتایا کہ مسلمان خدا کے لئے لڑتا ہے۔ کافر شیطان کے لئے نبرد آزما ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے جو جہاد کئے۔ ان کے نتائج تاریخ انسانیت کا مبارک ترین باب ہیں۔ اسلامی جہاد نے کفر کو نابود کیا۔ شرک کو تاراج کیا۔ فسق و فجور کو پامال کیا۔ جور و استبداد کو برباد کیا۔ عیاشی و اوباشی کی بھٹیوں کو آبِ وضو کے چھینٹوں سے بجھا

دیا۔ انسانوں کو ان کے خالق سے ملا دیا۔ محارب یا جنگجو کو مجاہد بنایا
مجاہد کو زاہد و عابد بنایا۔ فوجیوں یا غازیوں کے مسلح لشکروں سے بھاگ
گئے۔ اور تہجد گزار افواج کے سپہ سالار بن گئے۔ بدی کے چراغ بجھا
دیئے گئے۔ اور نیکی کے جھنڈے روشن کر دیئے گئے۔ فتنے سو گئے۔ وصل
باری کے ولولے بیدار ہو گئے۔ بتوں کے پجاری توحید کے حواری بن گئے
دنیا کو امن، اطمینان قلب کی دولت ہوا سے زیادہ ارزاں ہو گئی۔ تفکرات
ختم ہوئے۔ خدشات ناپید ہو گئے۔

نبی کریم کے مجاہد جہاں گئے۔ فتح و نصرت نے ان کا خیر مقدم کیا۔
کامیابی نے ان کے گھوڑوں کی رکاب کو بوسہ دیا۔ جہاد نے اسلام کا بول
بالا کیا۔ اور کفر کے جھنڈے کو سرنگوں کیا۔

یورپ میں ۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۱۸ء تک جو جنگ ہوئی۔ وہ
لڑائی شیطان کی راہ میں برپا کی گئی۔ یہ جدال و قتال فسق و فجور کے دستور
کو عام کرنے کو تھا۔ اس حرب و ضرب نے تہذیب کی تخریب اور انسانیت
کی تعذیب کی حد کر دی۔ خیال تھا کہ دنیا سنبھل جائے گی۔ ابلیس کے
جال کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا جائے گا۔ کسی طاغوت کو انسانوں کی کسی
آبادی کو از سر نو اپنے مخالفانہ دام میں پھانس لینے کا موقعہ نہیں ملے گا
مگر نتیجہ کو دیکھ کر دنیا کو با دل ناخواستہ کہنا پڑا۔

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال
اب آرزو یہ ہے کہ کوئی آرزو نہ ہو

۱۹۳۹ء نے ایک نیا حشر برپا کیا امن عالم کا خرمن نذر آتش کر دیا گیا اور یہ دیکھنے والی آنکھ نے جو کچھ دیکھا اس کا اظہار ان الفاظ میں کیا ع

قیامت دیدہ ام پیش از قیامت

اس لڑائی نے اخلاق فاضلہ کی رہی سہی پونجی تباہ کر دی۔ اس دور کا انسان واشگاف الفاظ میں کہتا ہے وہ مذہب کا نام سننے کو تیار نہیں وہ چاہتا ہے کہ کوئی حکومت نہ ہو اسے اچھی سے اچھی روٹی عمدہ سے عمدہ پوشاک اور غایت درجہ کی کشادہ وپر فضا کوٹھی مطلوب ہے۔ وہ اس کے لئے آئینی جدوجہد نہیں کرے گا وہ اس کے لئے لوٹ کھسوٹ کا حربہ استعمال کرے گا۔ اس نیلی چھت کے نیچے کمزوروں کے لئے کوئی مسکن نہیں ہے۔ زندہ رہنا ہے۔ تو عقاب کے پر شیر کے پنجے اور شاہین کا دل پیدا کرو۔ کسی کو چھری سے ذبح کرتے ہوئے ممکن ہے کہ دل پر رحم غالب ہو جائے اور ہاتھ رک جائے۔ علم حاضرہ نے کہا کافی بلندی سے جاتی بم پھینکو تاکہ ایک جہان ہلاک ہو جائے اور تم اتنے اونچے مقام پر رہو کہ کسی کے رونے دھونے چیخنے چلانے کی

کی آواز تمہارے دل میں ذرہ بھر رقت پیدا نہ کر سکے۔ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے ہوا کو مسموم کر دو۔ اس کا جھونکا جہاں جائے گا۔ موت کے ہزاروں فرشتے اس کے ہمراہ ہوں گے۔ اس تدبیر پر عمل پیرا ہونے سے تم کسی کا مرنا اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکو گے۔ ہزاروں انسان جہاز میں سوار جا رہے ہیں۔ دور سے آبدوز کشتی کے ذریعہ اس پر گولہ باری کرو۔ تاکہ آنکھ جھپکنے سے پیشتر یہ جہاں فنا ہو جائے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے کرو۔ کہ رات کو تمہارے ہاں کی کلبوں میں اتنی روشنی ہو کہ جس کی نظیر کبھی چشم فلک کو بھی دیکھنی نصیب نہ ہوتی ہو۔ تمہارے دستر خوانوں پر ہوائی۔ بحری، بری جانوروں کے گوشت بافراط موجود ہوں۔ تم خوب پی سکو۔ تمہارے ہر بنگلے میں اتنی شراب ہو کہ کہیں اور نہ ہو۔ تمہارے وطن کی کوئی خاتون باحیا نہ ہو۔ عصمت فروشی عام ہو۔ تمہاری ہر گھڑی عیش و عشرت میں بسر ہو۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں تمہارا ایک ثانیہ بھی یاد خدا میں بسر نہ ہو۔ تم ہر وقت مادیت کے کیف سے سرشار رہو۔ زیادہ سے زیادہ گردنوں کو توڑ مروڑ کر موجود جہاں سے ہو سکے اپنے کارخانوں کے لئے خام اجناس لاؤ۔ اگر اس دنیا کا کوئی گروہ اپنے باشندوں کی عریانی کے لئے اپنے ہاں پارچہ بافی کا کوئی کارخانہ قائم کرنا چاہے تو پیشتر اس کے کہ وہ اس کا خاکہ عمل تیار کریں

تو ان لوگوں کو بھسم کر ڈالو کہ جو تمہارے ہوتے ہوئے اس جسارت کے مرتکب ہو رہے ہوں۔ ستم یہ ہے کہ اس تہذیب کے دلدادگان کو زمین و آسمان کی دولت پر اپنا تصرف جما لینے کے باوجود تسلی کی ایک سانس نصیب نہیں۔ ان کی راتیں بے چینی یا بدہوشی اور دن مضطربانہ جوڑ توڑ میں بسر ہوتا ہے۔ یہ لوگ پانچ وقت لذیذ سے لذیذ طعام سے فائز المرام ہونے کے باوجود محض اس تصور کے باعث شادکام نہیں ہوتے۔ کہ اغیار و احباب بھی اپنے پیٹ میں کچھ ڈال رہے ہیں۔ گویا ان کی مخصوص بدگمانی کی ترجمانی مومن نے یوں کی ہے ؎

پہلو میں ہے وہ شوخ و لے نیند اڑ گئی
دھڑکا یہ ہے گیا ہو انہ دشمن کے خواب میں

ان کے نزدیک اس خدافراموشی۔ خود فراموشی۔ عیش کوشی میںنوشی۔ ظالمانہ گرمجوشی۔ حرص کوشی کا نام ترقی و سربلندی ہے اس زمانے میں جبکہ سارا جہان کفر شیطان کی جنگ کی طیاریوں میں مصروف ہے۔ دنیائے اسلام اور اس کے سب سے بڑے حصے پاکستان کے ساکنان کا فرض ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ اور اپنے بانی کے ان الفاظ پر جس کا صرف ایک لفظ میں نے زیر بحث امر کی توضیح کے لئے بدل دیا ہے۔ غور کریں ؎

اگرچہ بت ہیں زمانے کی آستینوں میں
ہمیں ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

ہمیں جو کچھ کرنا راہِ خدا میں کرنا ہے۔ ہمیں جہاد کرنا ہے اور حرب سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے۔ اس کے لئے ہمارے سامنے صرف روایاتِ اسلام ہیں۔

جہاد

(۱) صحابہؓ نے توحید کے لئے جہاد کیا۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ کفر کے نزدیک صحابہؓ کا جرم یہ تھا کہ وہ کہتے تھے ہمارا پروردگار اللہ ہے (قالوا ربنا اللہ) آج بھی تہذیب کی دنیا کو یہ گوارا نہیں۔ کہ پاکستان کا مذہب اسلام ہو۔ اس کے خیال میں کسی سلطنت کا پاسبان مذہب ہونا۔ قدامت پرستی ہے یہ زمانہ وسطےٰ یعنی تاریک زمانے کی یادگار ہے۔ عہدِ حاضرہ میں اس کی گنجائش کہاں۔ لیکن ہمیں اپنی جہانگیری۔ جہانبانی۔ جہانداری اور جہاں آرائی میں اسلامی شان پیدا کرنا ہے۔

آج ہم کئی کروڑ ہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ نبرد آزما ہم ہیں جفاکشی

ہیں ہمارا شریک نہیں۔ تو لازمی ہوا نبی اکرم آپ ہیں۔ جب نبوت کا دعوے
نبی کریم نے فرمایا تو خدائے واحد کی پرستش کرنے والے صرف آپ تھے۔ دنیا
کا ہر فرد آپ کا مخالف تھا۔ لیکن ہر چھوٹے بڑے نے آپکے سامنے سر تسلیم خم
کیا۔ کوئی جماعت کوئی عقلی برہان آپ کے مقابلے میں پیش نہ کر سکی اس
وقت کی بڑی سے بڑی سلطنتوں نے آپ کی تیار کردہ جماعت کو
شکستیں کھائیں۔ روم مغلوب ہوئے قائل ہوئے اور آپ کے غلام سب پر چھا
گئے۔ قرآن موجود ہے۔ ایمان موجود ہے۔ نبی کا ہر فرمان موجود ہے
صحابہ کا ہر بیان موجود ہے۔ مسلمان موجود ہے۔ اسلامیہ ایمان موجود ہے
پاکستان موجود ہے ے

ابھی سب کچھ ہے محبت کے خریداروں کو
حسن یوسف بھی ہے اور مصر کا بازار بھی ہے

(۲) صحابہ کو ہجرت کرنی پڑی۔ ان کی ہجرت ان کی شان کے شایاں تھی
جیسے بھی اپنی حیثیت اور اپنے ظرف کے مطابق ہجرت کرنی پڑی
وہ مدینہ میں گئے۔ وہاں ان کو امن نصیب ہوا۔ انہوں نے وہاں سلطنت
قائم کی۔ جب وہ مدینہ میں تھے۔ مکہ کے گھروں بچوں بوڑھوں اور عورتوں
کی کیفیت یہ تھی کہ وہ دعائیں کرتی تھیں۔ اے اللہ ہمیں اس شہر سے لے
چل۔ اس شہر کے لوگ ظالم ہیں۔ ہمارا کوئی والی بنا دے۔ ہمارا کوئی ناصر

بنادے۔ ہندوستھان کے کروڑوں مسلمان آزردہ ہیں۔ مجبور ہیں۔ مقہور ہیں۔ ان کو فریاد کی اجازت نہیں۔ اُن کی بے بسی کا یہ عالم ہے ؎

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

کانگریس کی حکومت ان سے یہ توقع رکھتی ہے کہ وہ ان کے ظلم سہیں گر زبان پر اُف نہ لائیں۔ اور جور وستم کرنے والوں کو دعائیں دیں وہ اس نوعیت کی دُعا نہیں کر سکتے ؎

گیا ہے عرشِ معلےٰ پہ شور نالوں کا
خُدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا

ہر سوانگی۔ ہر جہا سبھائی۔ ہر سکھ ہر کانگریسی۔ ہر کمیونسٹ۔ ہر سوشلسٹ اُن کی زبوں حالی کا خواہاں ہے۔ اُن کے لئے کانگریسی نظام سلطنت اس شان کا ہے کہ ؎

اس چمن میں ہے یہ دستور کہ مرغانِ اسیر
قید میں رہ کے ہوا خواہیٔ صیاد کریں

سکھ یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہندوستھان کا ہر مسلمان کشمیر کا عبداللہ بن جائے وہ امرتسر کے دربار میں جائے۔ گرنتھ کے سامنے سر جھکائے اور اکالیوں سے انعام پائے۔ پاکستان کے خلاف لب کشا ہو۔ جناح کو گالیاں دے۔ آزاد کشمیر

کے غازیوں کو بُرا بھلا کہے۔ اپنے بھائیوں کے حلقوم میں انڈیلنے کے لئے زہر کا پیالہ تیار کرے اور تارا سنگھ کے چیلوں کے ہاتھ سے امرت چکھے۔ مہا سبھائی اس امر کے تمنائی ہیں کہ مسلمان کعبہ سے منحرف ہو کر کاشی کے پجاری بن جائیں از سرِ نو ہندو ہو جائیں۔ لیکن اس پر بھی انہیں ہندوؤں کے حقوق نہیں مل سکتے۔ اس لئے کہ ہندوؤں کے چار ورن ہیں۔

۱۔ برہمن (۲) چھتری (۳) ویش (۴) شودر

ہندوؤں کے مذہب میں کوئی ایسا خانہ نہیں۔ جہاں مسلمانوں کو ٹھکانا مل سکے۔ ہاں ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ مسلمان مسلمان نہ رہیں کانگرسی یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمان کشمیر۔ حیدر آباد اور پاکستان کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا حلف اٹھائیں۔ اس کے بغیر نہ ان کی وفاداری درخورِ اعتنا تصور ہو گی۔ اور نہ ان کی کوئی حیثیت ہو گی۔ سیوا سنگھی ان کے خون کے پیاسے ہیں۔ وہ ان ہزیمتوں کا بدلہ ان مسلمانوں سے لینا چاہتے جو ان کے بڑوں کو مغلوں اور پٹھانوں اور افغانوں کے ہاتھوں نصیب ہوئیں۔ اس وقت بھی احمد شاہ ابدالیؒ اور غوریؒ و غزنویؒ کے ہم مذہب ان کو خوفناک دیو کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔ اُن پر عیاں ہے کہ مسلمانوں کے پاس اگر اس وقت بھی تھوڑے بہت جدید اسلحہ ہوں تو وہ انہیں از سرِ نو پانی پت کا میدان دکھا سکتے ہیں۔ اور ان میں آج بھی ایسے اورنگ زیبؒ

ہیں۔ جو انہیں پہاڑی چوہا سمجھ کر قفس میں بند کر سکتے ہیں۔ شاعر نے تو یہ کہا ہے ؎

بشکند دستے کہ خم در گردن یارے نہ شد
کور بہ چشمے کہ لذت خواہ دیدارے نہ شد

میں کہتا ہوں جہنم کا ایندھن بن جائے وہ دل جس میں ہندوستان کے پانچ کروڑ مسلمانوں کا درد جاگزیں نہ ہو۔ جو ہاتھ ان کی رستگاری کا طالب نہیں۔ اللہ کرے کہ وہ شل ہو جائے جو ان مسلمانوں کے دکھ کو اپنا دکھ تصور نہیں کرتا وہ شفاعتِ نبوی کا کس برتے اور کس حوصلے کی بنا پر خواہاں ہو سکتا ہے۔ بخاری اور مسلم دونوں میں یہ روایت موجود ہے حضرت ابوہریرہؓ اس کے راوی ہیں۔ الفاظ نبوی یہ ہیں

لَنْ یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُومِنُوْا ۔ وَلَنْ تُومِنُوا حَتّٰی تَحَابُوْا	مومن کے بغیر کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا اور جس شخص کے دل میں مسلمانوں کی محبت نہ ہو وہ مومن نہیں کہلا سکتا۔

اسلامی روایات کی رو سے یہ روایت متفق علیہ ہے۔ اسے امام بخاریؒ نے بھی بیان کیا ہے۔ اور امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے جنت کی کنجی ایمان ہے۔ اور ایمان کی کلید مسلمان سے محبت ہے۔ پاکستان کے

نے جو قربانیاں ہندوستان کے مسلمانوں نے کی ہیں۔ انہیں فراموش کر دینا منافیٔ اسلامیت ہے۔ کفرانِ نعمت ہے۔ اور کفرانِ نعمت وہ صفت ہے کہ جسے حضرت ابراہیم نے شیطانی خصلت قرار دیا ہے۔ یاد رہے کہ ملتِ اسلامیہ کے موسس اول جناب خلیل اللہ ہیں۔ ہندوستان کا اکثریتی فرقہ مسلمان کو ہریت کے شکنجے میں غوطہ دینا چاہتا ہے۔ بر شمٹ یہ چاہتے ہیں کہ وہ کانگریس کے مقابلے میں ان کا ساتھ دیں اور حیدر آباد کی آزادی کو محکومی میں تبدیل کر دینے کے لیے جو کوشش وہ ارشمٹ کر رہے ہیں مسلمان اس سعی میں ان کے معاون ہوں۔

۲۰ ہزار مربع میل کا وہ ٹکڑا جو کشمیر کہلاتا ہے۔ جو قدرتی محاسن کے اعتبار سے جنت نظیر تصور کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے جہنم سے کم نہیں تھا۔ آج اس کا قریباً ۱/۳ حصہ ہری سنگھ کے دستِ ستم سے نجات حاصل کر چکا ہے۔ ان دنوں صرف جموں اور وادیٔ کشمیر پر ہندوستان ہری سنگھ اور غدارِ شیخ محمد عبداللہ کی حکومت ہے۔ اس علاقے میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے۔

جموں اور وادیٔ کشمیر کے فرزندانِ توحید کی پکار اور مسلمانِ ہندوستان کی فریاد ایک رنگ رکھتی ہے۔ ان حلقوں کے اطفال و شیوخ اور خواتین کی دعا یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ظالموں کے پنجے سے نجات دلائے

پاکستان اور آزاد کشمیر کے مسلمان اس آواز سے بے نیاز نہیں ہو سکتے
۱۵۸۶ء میں کشمیر کابل کا ایک حصہ تھا۔ اکبر نے اس پر یورش کی۔ اس کے
جرنیل قاسم خان اور بھگوان داس نے یوسف خان صوبہ دار کشمیر کو ہزیمت
دی۔ اور اس کا الحاق کابل سے کیا۔ ستم ہے کہ آج کابل سے کوئی آواز
مظلومین کشمیر کے حق میں بلند نہیں ہوتی۔ افغانستان پختونستان کا مطالبہ
کرتا ہے۔ یہ مطالبہ بے جان ہے۔ بے بنیاد ہے۔ البتہ اگر وہ کشمیر کا خواہاں
ہوتا اور اس باب میں آزاد کشمیر کی معاونت کرتا تو اس کے دعوے میں اور
کچھ نہیں تو ایک حد تک باعتبار تاریخ کچھ جان ہوتی۔ ۱۷۵۶ء میں کشمیر
پر احمد شاہ درانی متصرف ہوئے۔ اس درانی مرحوم کی روح بھی افغانیوں
سے اپیل کر رہی ہے۔ کہ اسلام کی شمع کے پروانو۔ پنڈت نہرو کے ایجنٹوں
کے ہتھکنڈوں کا تار و پود بکھیر کر رکھ دو۔ یہ لوگ تو غازی محمود غزنوی ؒ
کی روح کو اذیت پہنچا رہے ہیں۔ انہوں نے سومنات میں ان کی تعمیر کردہ
مسجد کو بت خانہ میں تبدیل کر دیا ہے غیرت ہے کہ بت شکن بلکہ صنم
ساز کیونکر بن گئی۔ ابراہیم کے گھر میں آذر کیونکر گھس آیا۔ کعبہ کے شیدائی
لات و منات کے پرستاروں کے فدائی کیونکر بن گئے۔ محترم افغانو ۱۸۱۹ء
تک کشمیر تمہارا تھا۔ اسی سال اس خطہ پر اس رنجیت سنگھ کا قبضہ ہوا۔ جسے
شاہ زماں نے دریائے جہلم سے توپیں نکالنے کے صلے میں لاہور بخش دیا

اس غلط بخشی کا خمیازہ ملت اسلامیہ ہندیہ کو بری طرح سے کھینچنا پڑا ۔
مسلمانوں کے لیئے یہ خطہ اس روز جہنم بنا جس دن اس پر سکھ قابض ہوئے
سکھوں نے مسلمانوں کو معاش کے لحاظ سے قلاش بنا دیا۔ جو سکھ مسلمان کو قتل
کر دیتا تھا اسے سولہ روپیہ سے لے کر بیس روپیہ تک جرمانہ ہوتا تھا۔ سکھ
نے اس سرزمین کے مسلمانوں کو اتنا بے وقعت بنا دیا کہ ۱۸۴۶ء میں
برٹش انڈیا کمپنی نے موجودہ راجہ کے پردادا سے ۷۵ لاکھ روپیہ لے کر
ریاست کشمیر کو فروخت کر دیا۔ انگریز نے ہمیں بیچا۔ ڈوگرے نے خریدا
سکھ نے پامال کیا۔ ہندو ہماری تباہی کے درپے ہے۔ لیکن ایپی کا فقیر
ہندوستان کے سب سے بڑے وزیر پنڈت نہرو سے کہتا ہے۔ اے
شہنشاہ ہندوستان میری روپے سے مدد کر۔ تاکہ میں کشمیر سے غازیوں
کو نکال دوں۔ اور آپ کشمیر سے ہلالی پرچم کو اتار کر ترنگا نصب کر دیں۔ افغانستان
میں انڈین یونین کے ایجنٹ پاکستان اور کشمیر کے خلاف قبائل میں پروپگنڈہ
کر رہے ہیں۔ فقیر ایپی سے کہا گیا ہے کشمیر میں قبائلی لشکر کو نہ آنے دو۔
اور جو غازی کشمیر میں مصروف جہاد ہیں۔ ان کے اخراج میں ہمارا ہاتھ بٹاؤ
ہم تم کو وزیرستان کا سلطان تسلیم کر لیں گے اور اگر تم سندھ تک کا علاقہ اپنے
تصرف میں لانا چاہو گے تو ہم تمہاری اعانت کریں گے ۔

اپی کی تباہی

الحمد للہ کہ فقیر اپی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے اور ہندوستان ان کے ہاتھوں پاکستان کے جگر میں چھرا گھونپ دینے سے ناکام رہا۔ ضرورت یہ ہے۔ کہ ہم غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے میں کوشاں رہیں اور عہد حاضرہ کے موثر ترین حربہ پروپگنڈہ کے زہر کا تریاق فراہم کرتے رہیں۔ دُنیائے اسلام کے ہر ایک گوشے میں ہمارے مبلغین ہونے چاہئے کہ جو وحدتِ اسلامیہ کی تبلیغ کریں۔ ضروری ہے کہ ان مبلغین کو ٹریننگ دی جائے۔ وہ جدید علوم و فنون سے ماہر ہوں۔ امریکہ نے مشرقی ممالک میں اپنے اغراض کی اشاعت کے لئے وسیع نظام قائم کیا ہے۔ اس نے کئی ایک دار العلوم بنائے ہیں۔ انہوں نے اپنے نوجوانوں کو مشرق و مغرب کی زبانیں سکھانے کے لئے کئی ایک جرمن عالموں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ وہ اُن میں سے ہر ایک کی بڑی خاطر و مدارات کرتا ہے۔ ہم کیوں اس میدان میں دوسروں سے پیچھے رہ جائیں۔ حال ہی میں کراچی میں ایک مجلس ادب العرب کا جلسہ ہوا۔ اس میں انگریزی سفیر نے عربی میں تقریر کی۔ ہمارا نصب العین یہ ضرور ہونا چاہئے۔ کہ ہمارا جو سفیر جس ملک میں جائے۔ وہ وہاں کی بولی خوب جانتا ہو۔ اور اس خطے کے علوم

وفنون پر اس کی گہری نظر ہو۔ اسلامی ممالک میں ہمارے جتنے سفرا
کارفرما ہیں۔ اُن میں سے کوئی بھی عربی فارسی ترکی میں اظہار خیال پر
قادر نہیں۔ بلاشبہ اس کی ذمہ داری ہماری حکومت پر عائد نہیں ہوتی
اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارے ہاں قحط الرجال ہے۔ دینی جذبات سے
سرشار نوجوانوں کو طہران۔ استنبول اور قاہرہ میں ارسال کرنا چاہئے تاکہ
وہ عربی۔ ترکی اور فارسی کے ادیب لبیب بن جائیں یہ ممالک ہمارے طلبہ کے
ساتھ خاص طور پر نیک سلوک کرینگے۔ اس باب میں مصر بہت آگے بڑھا
ہوا ہے۔ ایسے ہی علماء صاحبان اور عربی و فارسی میں ماہر حضرات کو فرانسیسی
اور انگریزی سکھانے کا اہتمام کیا جائے۔ تاکہ وہ سفارت کے فرائض بحزم انجام
دے سکیں۔ سر دست پشتو۔ سندھی۔ بلوچی۔ کشمیری۔ بنگالی۔ پنجابی اور ہندی
کی تعلیم کے لئے فوری انتظام کرنا چاہئے۔ قبائلی علاقوں میں سچے جذباتِ
اسلامی کی نشر و اشاعت از بس لابدی ہے۔ اس خطہ کا ایک فرد اسلام
کی صحیح تعلیم سے بہرہ مند ہو کر اسلام کا قلعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اس وقت
ان کے طور طریقے بہت حد تک پرانے عرب سے ملتے جلتے ہیں۔ ان
میں تہور ہے۔ غیرت ہے۔ شجاعت ہے۔ گوناگوں خوبیاں ہیں۔ جس
مذہب نے رہزنوں کو کائنات کا دینی و دنیوی راہنما بنا دیا تھا۔ اس کی
صلاحیتیں ختم نہیں ہو گئیں۔ اگر اسلام کے بدخواہوں نے ان کو "ملنگ بابا"

کا دلدادہ بنا دیا۔ ان کو فقیر ایپی کا شیدائی بنا دیا تو کیا ہم انکو سچا مجاہد نہیں بنا سکتے۔ اگر ہجویری اور سنجر سے بزرگ پنجاب اور ہند کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرما سکتے ہیں اور یہاں دین کی تبلیغ کر سکتے ہیں تو کیا ہم میں سے دو چار بزرگ بھی ایسے نہیں نکل سکتے کہ جو وزیرستان میں ڈیرہ جمائیں اور اپنے خلقِ اسلامی سے قبائل کو اپنائیں۔

انگریزوں کے بے شمار لارنس اور کرزن وغیرہ ممالکِ اسلامیہ میں گئے۔ ایک ایک انگریز نے کبھی مستشرق بن کر کہیں نقلی مولوی بن کر بزرگوں کا لباس پہن کر عرب۔ پٹھانوں وغیرہ کو اپنے ہتھے چڑھا لیا۔ انہوں نے فریب سے کام لیا۔ انہوں نے مکر کے جال بچھائے وہ اپنا دنیوی مقصد حاصل کرتے رہے۔ ان کے ان سیاسی گرگوں نے جہان بھر کے پاپڑ بیلے۔ ہر تکلیف کا خیر مقدم کیا۔ کیا ہم جائز طریق پر شایانِ شان طرز سے خدمتِ اسلام کے لئے ملّتِ حقہ کے سیاسی مقاصد کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ ہندوستان خواجہ اجمیری کے لئے غیر تھا جس وقت لاہور میں مخدوم علی ہجویری نے اپنا قدم مبارک رکھا۔ اس زمانے میں یہ خطہ ان کے مریدوں کا نہ تھا۔ اس نوعیت کے ممتاز روحانی پیشواؤں کے علاوہ بلوچستان۔ سرحد اور پنجاب میں آپ کو ایسے جہاندیدہ نرم و گرم چشیدہ حضرات ملیں گے۔ کہ جو اس خصوص میں انگریزوں کو بھی درس دے

سکتے ہیں۔ انہوں نے برطانیہ کیلئے کیا کچھ نہ کیا۔ یقین کامل ہے کہ وہ پاکستان کیلئے زیادہ کارآمد ثابت ہوں گے۔ افغانستان اور وزیرستان میں موثر اشاعت کی اشد ضرورت ہے۔ دشمن چاہتا ہے۔ کہ اسلامی زنجیر کی ان کڑیوں کو کھینچکر اپنے سے ملالے۔ اس کے اس عزم کو بڑی آسانی سے سپرد خاک کیا جاسکتا ہے۔ آزاد مسلمان آزاد مسلمان کے مقابلے میں کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

ہماری مختصر سی کوشش سے غلط اندیشیوں کے تاریک بادل چھٹ سکتے ہیں اور بدگمانیوں کے پردے پھٹ سکتے ہیں۔ یہ پہلو بھی جہاد کا حکم رکھتا ہے۔ اسلامی تعلیم کا یہ گوشہ ہمیشہ ہی اغیار کی آنکھ کا کانٹا ثابت ہوا۔ انہوں نے اول تو یہ کوشش کی کہ مسلمانوں کے مسئلہ جہاد کو مسخ کر دیا جائے۔ ہو سکے تو اسے بالکل اڑا دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے حج کی پامالی کے لئے خاص سعی کی۔ انہوں نے اسلام کے خلاف ہر حربہ استعمال کیا۔ ان کے مشنریوں نے ہمیں خاص گونہ تبلیغ میں مصروف کیا اور ہم مدتوں اس کھلونے سے دل بہلاتے رہے۔ یورپ کی کسی قوم کو مذہب بہ حیثیت مذہب مطلوب نہیں۔ اس کا بیت المقدس سیاست ہے وہ بہر رنگ سیاسی غلبہ چاہتے ہیں۔ کوئی ان کے سامنے مسیح بن جائے وہ ٹس سے مس نہیں ہوں گے۔ انگریز مریم کی توہین گوارا

کر سکتا ہے۔ مسیح علیہ السلام کی شان میں گستاخی کا متحمل ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے یہ چیز ناقابل برداشت ہے کہ کوئی جماعت یا کوئی فرد اس کے کسی ادنیٰ سیاسی مقصد کو کوئی گزند پہنچائے۔ وہ اپنی اس مذہبی بے حسی کو رواداری اور رعایا پروری کے نام سے تعبیر کرتے ہیں ان کا بڑے سے بڑا مذہبی پیشوا ان کے امورِ سلطنت میں مداخلت کا مجاز نہیں ہو سکتا۔ امریکا اپنے ایک اشارے سے فلسطین کی سرزمین کو حرب وضرب کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ لیکن اس کے پریذیڈنٹ کو یہودیوں کے ووٹ اتنے محبوب ہیں کہ ان کے مقابلے میں وہ کسی شے کو وقعت دینے کو تیار نہیں۔ عرب کے معاملے میں اگر اس کا پاؤں کبھی پھسلتا ہے تو اس کا سبب وہ تیل ہے۔ جس کے چشمے ممالک عربیہ میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

ہمیں اس دنیا میں رہنا ہے۔ عزت و آبرو کے ساتھ رہنا ہے آزاد رہنا ہے۔ آزادی کے لئے ہر مصیبت کو برداشت کرنا ہے "آزاد پاکستان" دنیائے اسلام کا سب سے بڑا ملک ہونے کے لحاظ سے اگر خاص مقام پر فائز ہے تو اس کی ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ ہیں۔ مختصر یہ کہ ہمیں جہاد کے کسی پہلو کو نظرانداز نہیں کرنا ہے۔ ہم تمام طغیان کے مقابلے میں بہت جلد فائزالمرام ہو سکتے ہیں۔ اسلامی

ممالک میں ہمارے نظامِ تبلیغ سیاسی و روحانی کے سامنے ان کی دال نہیں گل سکتی۔ یہ اور بات ہے کہ ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر بیٹھے رہیں اور ہیں منتظرِ فردا رہیں ہم سیاسی تبلیغ میں بھی ہر جماعت کو شکست دے سکتے ہیں۔ غلامی نے ہمارے دماغوں کے بے شمار خزانوں کو مقفل کر رکھا تھا۔ آزادی نے ہر خانہ کا دروازہ کھول دیا ہے۔ لازمی ہے کہ علماء و صفیاء سیاسیات کو بھی اپنی توجہات کا مرکز بنائیں۔ اربابِ حکومت پر یہ آشکارا کریں۔ کہ انہیں کوئی عہدہ کوئی منصب کوئی خطاب کوئی جاگیر کوئی دنیوی وجاہت مطلوب نہیں۔ اولیاء کبھی بھی بادشاہوں کے درباروں کے خوشامدی نہیں تھے۔ وہ ہمیشہ فقیری میں امیری کرتے رہے ہیں۔ بادشاہوں نے خانقاہوں اور ان کے حجروں کا طواف کیا ہے۔ فقیروں نے کبھی بھی بادشاہوں کے ایوانوں اور محلوں کے چکر نہیں کاٹے ہندوستان کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ جو احترام و اکرام صفیاء و مشائخ و علماء کو حاصل تھا۔ بادشاہوں کو اس کا عشرِ عشیر بھی نصیب نہ تھا ان کی زندگیاں از بس سادہ تھیں۔ ان کی ضروریات انتہا درجے کی مختصر تھیں۔ اس لئے وہ شہنشاہوں کی کمندوں کے اسیر نہ ہو سکے یہ حقائق اتنے واضح ہیں کہ ان کے لئے شواہد و نظائر پیش کرنے کی حاجت نہیں مقصود صرف اشارات ہیں۔ اور یہ عرض کرنا ہے کہ ابجد اسلام کے ان

حروف کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

دنیائے اسلام اس رازِ سرمدی کی جانب از سرِ نو متوجہ ہو رہی ہے کہ انما المومنون اخوۃ (مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں) اس جملۂ مقدسہ نے ملتِ اسلامیہ کے اندر قابلِ رشک ربط پیدا کر دیا ہے۔ ہمارا اپنا تجربہ یہ ہے کہ مشرقی پنجاب کے ایک ہندو یا ایک سکھ نے بھی کسی مسلمان کے ساتھ وطنی تعلق کی بنا پر حسنِ سلوک نہ کیا۔ مشرقی پنجاب کے تمام شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں کوئی جگہ اسلام کے لئے امن و امان کا ایک مقام بھی نہیں ہے۔ ان میں سے اکثر بھائیوں کا سکھوں اور ہندوؤں سے تعلقاتی تعلق بھی ہے۔ لیکن اس حالت میں نسبی تعلق بھی بے سود ثابت ہوا۔ انصار کا فریضہ مغربی پنجاب کے فرزندوں نے ادا کیا۔ کیا ان حقائق سے عقیدہ روشن کی مانند عیاں نہیں ہوتا۔ کہ آخر کار اسلامی رشتہ ہی کارگر ثابت ہوا۔ ہمیں جب ان ۴ کروڑ مسلمانوں کا تصور آتا ہے۔ جو ہندوستان میں بے بسی اور بے چارگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں تو دل میں ایک ٹیس پیدا ہو جاتی ہے۔ آنکھوں سے خون کے آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔ کلیجہ منہ کو آ جاتا ہے یہ کیوں؟ اس لئے کہ وہ ہمارے اسلامی بھائی ہیں۔ اگر البیریا کے ساحل سے لے کر ملایا تک کے مسلمانوں میں یہ جذبہ کارفرما ہو جائے تو

کفر کے جہاں پر ہماری ہیبت طاری ہو جائے۔ پاکستان کشمیر کے مسلمانوں کے لئے مضطرب ہے۔ کاش! یہی اضطراب افغانستان میں پیدا ہو جائے یہی بے چینی چین۔ ترکستان کے مسلمانوں کے حصے میں آ جائے۔ اور رُوسی مسلمان بھی اسی تڑپ کا شکار ہو جائے۔ افغانستان ایک طرف سے بڑھے گلگت سے رُوسی مسلمان آئیں۔ لداخ میں چینی ترکستان کے مسلمان آئیں۔ ان کی جانب سے محض ہمدردی کا اظہار ہی نہرو کا دماغ درست کر سکتا ہے کانگرس کا فولادی انسان پٹیل موم کی مانند پگھل جائے اور تارا سنگھ کو دن کے وقت تارے نظر آنے لگ جائیں۔ ہمیں پوری قوت کے ساتھ جہانِ اسلام کے ہر ایک گوشے میں یہ آواز پہنچانی چاہئیے کہ برطانی حکومت۔ اس کے گورنر جنرل لارڈ مونٹ بیٹن۔ نہرو۔ پٹیل مہاراجہ پٹیالہ اور تارا سنگھ نے ہندوستھان سے ہمارا نام و نشان مٹا دینے کے لئے سازش کی۔ انہوں نے سکھوں کو اس کام پر اُکسایا۔ ان کی مدد کی۔ پنجاب میں ہمارے ضعیفوں۔ ہمارے بچّوں اور ہماری خواتین کے ساتھ جو کچھ ہوا۔ گہری سازش کے ماتحت ہوا۔ ہماری ہڈی سخت تھی کہ ہم بچ گئے۔ تھوڑی سی تبلیغ کا یہ اثر ہے کہ عراق میں سکھوں کی تاریخ لکھی گئی ہے۔ ایران میں انہیں وحشی اور درندہ تصور کیا جاتا ہے۔ افغانستان میں ہندوستھان کا پروپگنڈہ کامیاب ہے وگرنہ سکھ نہ افغانی فوج میں

نظر آتے۔ اور نہ فقیر ایپی کے لشکر میں ان کا وجود دکھائی دیتا۔
حکومتیں جو کچھ کرتی ہیں۔ اپنے مصالح کے ماتحت کرتی ہیں ہماری حکومت نے لارڈ مونٹ بیٹن کی ستم آرائیوں کو آئینہ کر دیا ہے۔ اگر اس کے اندر ذرہ بھر غیرت کا مادہ ہو تو برطانیہ کا امیر البحر بننے کی آرزو رکھنے کی بجائے بحرِ شمالی میں چھلانگ لگا کر غرق ہو جائے۔ اور اس کا حشر وہی ہو۔ جو کچنر کا ہوا۔ انگلستان میں بھی اگر سوشلسٹ حکومت کی بجائے قدامت پسند وزارت ہوتی تو ملکہ کے اس پڑ پوتے کے خلاف شاید اسی طرح مقدمہ قائم کیا جاتا۔ جیسے وارن ہیسٹنگز کے خلاف قائم کیا گیا تھا اور چرچل وہی پارٹ ادا کرتا۔ جو اس مقدمہ میں برک نے ادا کیا تھا
ہماری حکومت نے برطانیہ پہ واضح کر دیا ہے۔ کہ پاکستان پر اس کے سارے راز عیاں ہیں اور پاکستان جانتا ہے کہ اس کے قتل نامہ پر کس کس نے اپنی مہر ثبت کی ہے۔

یہ میرا قتل نامہ ہے سب اس کو دیکھ لیں
اُس اس کی مہر ہے سرِ محضر لگی ہوئی

ہمارے وزیرِ خزانہ کی ایک تقریر اور حکومتِ پاکستان کے برطانی حکومت کے بیان کے سلسلے میں جو جواب الجواب شائع کیا۔ اس نے دنیا پر ظاہر کر دیا ہے۔ کہ انگریزوں، ہندوؤں اور سکھوں نے ہندوستان

سے ملتِ اسلامیہ کو نابود و معدوم کرنے کے لئے کس قدر خوفناک سازش کی۔ اگر ہم اپنی پوری داستان ممالکِ اسلامیہ کے گوش گذار کریں تو وہاں کے عامتہ الناس اس سے آگاہ ہو جائیں۔ وہاں کے اخبارات اس پر مقالے تحریر کریں۔ ہمارے مبلغ ان کی مسجدوں میں اس جدید کربلا کے کوائف بیان کریں تو ہر زبان سے انتقام انتقام کی صدا بلند ہو اور ہندو اور سکھ اس تصوّر سے ہی نیم مُردہ ہو جائیں اور ہمارا یہ جہاد بالقلم اور جہاد باللسان (زبان) اپنا اثر پیدا کر کے رہے۔

اتحادِ ملّی اور اعجازِ نبویؐ

یہ نبی کریمؐ کا اعجاز خصوصی ہے۔ کہ انہوں نے ایک نئی نوعیت کی عالمگیر وحدت کی بنا ڈالی ہے۔ دنیا کی مختلف اقوام مختلف گروہوں میں بٹی ہوئی تھیں کسی کا رابطہ باہمی ایک نسل سے تعلق رکھنے پر تھا یہ نسلی وحدت متعدد قبیلوں اور شاخوں میں منقسم تھی بعض جماعتیں جغرافیائی وحدت کی بنا پر اپنے آپ کو ایک تصوّر کرتی تھیں ایک یگانگت یکسانی رنگ کی بنیادوں پر استوار کی گئی۔ بعض گروہوں میں نہ وطنی اتحاد تھا نہ نسلی اور نہ کوئی (رنگ) وہ اس لئے ایک تھے۔ کہ وہ کسی خاص قوم کے محکوم تھے۔ ان کی وحدت محکومی کی وحدت تھی بعض کو معاشرتی تعلقات نے ایک کر رکھا تھا۔ ان

گوناگوں وحدتوں میں سے کسی میں یہ شان نہ تھی کہ جس سے آدمؑ کی تمام مخلوق کو کسی ایک سلک کا موتی تصور کیا جا سکتا ہو۔ نبی کریمؐ نے انسانی وحدت کی دعوت دی۔ اور جتنے اختلافات تھے ان کو مٹانے کی سعی فرمائی۔

اسلام نے پہلی وحدت یہ بیان کی کہ کل بنی نوع انسان کو اس امر سے آگاہ کیا کلکم بنی آدم و آدم من تراب تم سب کے سب اولاد آدم ہو۔ اور آدم خاکی نژاد تھا۔ قرآن نے یہ آواز بلند کی یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ (سب انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔

(۲) اس وحدت نے یہ واضح کیا کہ نسلی منافرت کے اعتبار سے جھوٹے تفوق کے لئے ایک دوسرے کو پامال کرنا شیوہ آدمیت نہیں۔ اپنی نسل یا اپنے نسب کے لئے کسی قریبی بانی کی بجائے آدمؑ و حوا سے وابستہ کرنا نفرت باہمی کے سرچشموں کو بند کرنا اور انسانوں کے لئے امن و سلامان کی رحمتوں کے دروازے کھولنا ہے۔

(۳) مذہب کے پرستار جن سے دنیا کو صلح و امن کی زیادہ توقع ہو سکتی تھی۔ انہوں نے اختلاف کی نئی عمارت کھڑی کر دی۔ ہر ایک نے کہا کہ قدرت نے ہمیں اُونچا بنایا ہے۔ اس لئے کہ ہم نے ہمارے ہاں نبی بھیجا۔ ہم اپنے نبی کے فدائی ہیں۔ اس کا ثانی کسی کو نہیں مانتے۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اس نعمت سے ہمیں کو نوازا گیا ہے۔ کسی اور ملت پر یہ کرم نہیں کیا گیا۔ رنج ہر

کہ یہ گروہ جس سے دُنیا کی بڑی توقعات وابستہ کئے ہوئے تھی۔ وہ خود داعیٔ افتراق ثابت ہُوا۔ نبی کریمؐ نے یہ راز آشکارا کیا کہ ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر اس کرہ ارضی کی کوئی قابلِ ذکر جماعت فیضانِ نبوّت سے محروم نہیں رہی۔ آئندہ کے لیئے واضح فرمایا انی رسول اللہ علیکم جمیعاً۔ اب رہتی دُنیا تک کا رسولؐ میں ہوں۔ اب قرآن پر ایمان لانا تمام گذشتہ صحائف ربانی پر ایمان لانے کے مترادف ہے۔ آئندہ کوئی ایسا صحیفہ کوئی ایسا الہام کوئی ایسا کلام نازل نہیں ہو گا کہ جس پر ایمان لانا ساری کائنات کے لیئے فرض ہو جن نبیوںؑ پر ایمان لانے کی ضرورت تھی وہ آ چکے۔

نبی کریمؐ نے جن کی نبوت کا نام لے کر اعلان کیا ہے۔ ان کو انہی ناموں اور اسی کی شان کے ساتھ مانو کہ جو شان ان کی نبی کریمؐ نے بیان کی ہے اور جن نبیوںؑ کا نام نبی کریمؐ نے نہیں لیا۔ کوئی ضرورت نہیں کہ ان میں سے کسی کا نام لے کر کہو کہ وہ واقعی نبی ہے۔ اُن سے ذوقی تعلق ہو سکتا ہے ایمان نہیں لایا جا سکتا۔ ایمان یہ ہے کہ ربّ العالمین صرف خدا ہے۔ ذکر للعالمین صرف قرآن ہے۔ عالمگیر مرکز ہدایت صرف بیت اللہ ہے۔

رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہؐ کی ذات ہے۔ جن انبیاؑ کا نبی کریمؐ نے واضح غیر مبہم الفاظ میں نام لیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو نہ ماننا کفر ہے۔ کفرانِ نعمت ہے۔ تفرقہ کی بنیاد قائم کرنا ہے اور وہ اس حد

کے خلاف ہے۔ جس کا منشا اختلافات کو محو کرنا ہے مستقبل میں اس
نوعیت کے افتراق و انشقاق کی تدبیر یہ ہے کہ یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ
نبی کریمؐ آخری رسول ہیں ان کو مان لیا تو سب کو مان لیا۔ ایک سو روپیہ
میں سے اگر ایک پیسہ بھی کم ہے تو وہ ایک سو روپیہ نہیں کہلا سکتا۔ ایسے
ہی سو کو سو سمجھے ہوئے۔ اور سو کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ ابھی اور اجزا
بھی اس میں شامل ہونے والے ہیں صریح جہالت ہے۔ نبی کریم نے
تفرقہ مٹایا اور تفریق کے آئندہ قیام و امکان کا سد باب کیا۔

(۴) ایک بہت بڑا اختلاف زبان نے پیدا کر رکھا تھا۔ اور پیدا کر رکھا
ہے۔ زبان کی تعریف یہ کی جاتی تھی کہ جو زبان اس خطہ میں بولی جاتی ہو
وہی وہ زبان کہلا سکتی ہے اور اس دیار کے رہنے والے ہی۔ اس زبان
کے جاننے والے اور بولنے والے کہلا سکتے ہیں۔۔۔۔ عربوں
کو یہ بھی رنج تھا۔ کہ نبی کریمؐ نے غیر عربوں کو دین توحید کی دعوت کیوں دی
ہے۔ یہ جذبہ ضروری نہیں کہ جاہلیت ہی کا کرشمہ ہو۔

آخر انجیل نویسوں نے یہ لکھ ہی دیا کہ جناب مسیح نے ایک اس عورت
کو جو بنی اسرائیل سے تعلق نہیں رکھتی تھی۔ نعمت شفا سے محروم رکھنا چاہا۔
اور یہ دلیل پیش کی کہ انسانوں کی روٹی کتوں کے آگے نہیں پھینکی جا سکتی
یہ درست ہے کہ اس عورت کا خلوص اس نعمت سے بہرہ ور ہو کر ہی رہا۔

لیکن یہ واقعات استثنٰے کا حکم رکھتے ہیں۔ ان کو کلیات میں داخل نہیں کیا جا سکتا۔ حافظ ابن عساکر حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص مسمی قیس ایک مجلس میں پہنچا جس میں حضرت سلمان فارسیؓ حضرت حبیب رومی اور حضرت بلال حبشیؓ تشریف فرما تھے۔ ان صحابہؓ کو دیکھ کر منافق کا رنگ فق ہو گیا کہنے لگا۔

یہ بات تو سمجھ میں آ سکتی ہے۔ کہ مدینہ کے قبیلہ اوس اور مدینہ کے قبیلہ خزرج نے اس شخص کی حمایت کی مگر یہ حبشی۔ یہ رومی۔ یہ فارسی تو غیر عرب ہیں۔ ان کا عربی نبیؐ کا صحابیؓ ہونا چہ معنی دارد؟ حضرت معاذ بن جبلؓ نے اس کی یہ تقریر سن لی۔ آپ نے اس منافق کو گریبان سے پکڑا اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر کیا۔ نبی کریمؐ غضبناک ہوئے۔ آپ نے مسجد میں صحابہؓ کے سامنے یہ خطبہ دیا۔

"اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے۔ باپ بھی ایک ہے۔ دین بھی ایک ہے۔ عربیت نہ تمہاری ماں ہے نہ باپ ہے۔ بلکہ وہ ایک زبان ہے۔ جو کوئی یہ زبان بولتا ہے عرب ہے۔"

نسل کو آدم تک پہنچا کر نسبی رابطہ کی حد کو غایت درجے کا وسیع کیا۔ تمام نبیوں پر ایمان لانے کو ایمان کا جزو قرار دے کر مذہبی تعلق کو

غیر معمولی دراز کیا۔ اور زبان کی توضیح میں وہ بات پیدا کی کہ جس سے اس
میں اتنی لچک پیدا ہو گئی۔ کہ جس سے زیادہ محال ہے
(۵) آپ نے طبقاتی تفریق کے امکانات کو ختم کیا۔ بڑائی۔ شرف اور فضیلت
کا معیار محض تقویٰ کو قرار دیا۔ جو چاہے خواہ کسی نسل کا ہو۔ خواہ کسی ذات
کا ہو۔ کوئی بولی بولتا ہو۔ کسی ملک کا ہو معاشی لحاظ سے امیر ہو یا غریب!
متقی ہو سکتا ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کے عملی پروگرام کے ذریعے وحدت
انسانی اور وحدت اسلامی کی محبت پیدا کرنے کا لاجواب نظام قائم کیا۔
اس دینی وحدت نے مسلمانوں میں اتنا انقلاب پیدا کیا کہ آج کائنات
میں صرف مسلم قوم ہی وہ قوم ہے کہ جو دینی رشتہ کو تمام رشتوں سے بالاتر، اکرم
اشرف اور افضل قرار دیتی ہے۔ دنیا نادان دنیا اُسے بدنام بھی کرتی
ہے لیکن مسلمان کمال بے باکی سے کہتا ہے ؎

گرچہ بدنامی است نزد عاقلاں
ما نمی خواہیم ننگ و نام را

مکر و فریب کی دنیا۔ اسیر حرص دنیا مسلمانوں کی اس زنجیر کو پارہ
پارہ کرنے کے لئے آئے دن نئے حربے استعمال میں لاتی ہے۔ لیکن
مسلمانوں کی جذبۂ دینی تھوڑے عرصہ کے لئے رک تو جاتا ہے لیکن وہ کبھی بھی
مر نہیں سکتا۔ زندہ ہو ہی جاتا ہے۔ خدا نے چاہا تو یہ دیرینہ اسلامی جذبہ

پاکستان کے ذریعہ زیادہ تابندہ و درخشندہ ہوگا۔ اور یورپ کے اس زہر کا تریاق پاکستان بہم پہنچائے گا۔ اور نبی کریمؐ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں دشمنوں کی پھیلائی ظلمتوں کو دور کرنے میں موثر کوشش کرے گا۔

نقشۂ عمل اور اُس کے ثمرات

نبی کریمؐ نے مذکرہ عقائد کی تبلیغ کی۔ اور اُن سے جو تصورات پیدا ہو سکتے ہیں۔ انہیں عبادات کی وساطت سے یقین و ایمان کے درجہ تک پہنچا کر انہیں اتنا پختہ کر دیا کہ آپ کے غلاموں کا ایمان ہمالہ سے زیادہ پختہ اور مستحکم ہو گیا۔ ٹھیٹھ انقلابی زاویہ نگاہ سے دیکھئے کہ مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تبلیغ کرنے کے بعد کائنات کا ہادی اپنے وطن میں بے وطن ہو گیا ہے۔ حضورؐ نے اپنے صحابہؓ کو مدینہ منورہ میں ہجرت فرمانے کی ہدایت کی ہے۔ نبوت کا آفتاب خلافت کے ماہتاب اسیدنا ابو بکر صدیقؓ) کی معیت میں غارِ ثور کی تاریکی کو نورِ سرمدی میں تبدیل کر رہا ہے۔ جب یہ غار نشین رحمۃ اللعالمین امام الانقلابیین دس سال کے بعد اس دنیا سے ہجرت فرماتا ہے۔ تو سرورِ کونینؐ کی حکومت دس لاکھ مربع میل علاقے پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور جو قوم سلطنت کے نام سے چڑتی تھی اور جو بے دینی اور بے آئینی کی آغوش میں پلی اور انارکی کے سایہ میں پروان چڑھی۔ آج

ایک ایسے آئین پر عمل پیرا ہے اور ایسے ضوابط ایسا دستور اور ایسے قوانین طیار کر رہی ہے۔ کہ جن کی نظیر نہ گذشتہ زمانہ کی تاریخ پیش کر سکتی ہے اور نہ عہد حاضرہ میں اس کی مثال ملتی ہے۔ یہ درست ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے قبیلہ کے معزز فرد تھے۔ دیانتدار تاجر تھے معاملہ فہم انسان تھے۔ غربا پرور تھے۔ مگر انہیں اس قابل کس نے بنایا۔ کہ وہ بیک وقت زکوٰۃ کی منظم طریق پر وصولی کا اہتمام کر رہے ہیں۔ اس کے لئے عامل مقرر کر رہے ہیں۔ زکوٰۃ کے نصاب کی توضیح و تشریح کر رہے ہیں نبوت کے جھوٹے مدعیان کا بطلان کر رہے ہیں۔ ان کے مقابلے کے لئے فوج تیار کر رہے ہیں۔ بازنطینی و ایرانی آمریت کا خاتمہ کرنے کے لئے لشکر ارسال کر رہے ہیں۔ مجاہدین کے لئے ایسا ہدایت نامہ مرتب فرما رہے ہیں کہ بہ حیثیت اصول دنیا کی کوئی مجموعی کوشش اس جیسا دستور عسکری وضع نہ کر سکی۔ حالانکہ وہ ایک فرد کے چند ایک فقرے ہیں۔ جو اس نے غازیوں کے سامنے ارتجالاً (فی البدیہہ) ارشاد فرمائے۔ وہ ایسا خطبۂ خلافت بیان فرما رہے ہیں کہ جس کا ایک ایک لفظ حریت کا پیکر، جمہوریت کی اساس۔ خلوص کا مرقع اور سیاست اسلامی کی روح ہے۔

اس امیرؓ نے خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اپنے اہل و عیال کے لئے

بادیہ فروشی کی۔ جنگل کی لکڑیاں کاٹیں۔ بیت المال سے جو خرچ لیا۔ اسکی
بجائے اسے ادا کر دیا گیا۔ اور وہ فقیر اپنے پیچھے ہو سکتا وہ پالنے کرتے
میں ذخادیا گیا۔ اس کی فطرت میں یہ انقلاب۔ اس کی سیرت میں یہ تبدیلی
اس کی افتادِ طبیعت میں یہ تغیر اس کے سوا کس نے بیان کیا کہ جسے دنیا
محمدؐ کے اقدس پروں العزام سے یاد کرتی ہے۔ تاریخ کہتی ہے کہ حضرت عمرؓ
اپنی قوم میں بڑی عزت رکھتے تھے لیکن اسے بھی یہ معلوم ہے کہ انہیں ابتدائی
ایامِ جوانی میں اونٹوں کے چرانے کا سلیقہ نہ تھا۔ جب عرب۔ مصر
شام۔ فلسطین۔ عراق۔ ایران کی کمیل ان کے ہاتھ میں آئی تو انہوں نے
ایسی ملک بخشی فرمائی۔ کہ اغیار انہیں مدبرِ اعظم کہتے ہیں۔ فاتحِ اکبر تسلیم کرتے
ہیں۔ انہیں یہ مرتبہ کیونکر نصیب ہو گیا کہ عمرؓ کی زبان حق کی ترجمان ہے
الحق ینطق علی لسان عمر جانتے ہیں ان کی غذا اتنی سادہ تھی۔ امیر المومنینؓ
کے منصب پر فائز ہونے کے بعد جو ستو ان کی محبوب غذا تھے۔ اس کے
وہ خلافت سے قبل اتنے عادی نہ تھے۔ ان کی یہ صلاحیت یہ قابلیت
اور اہلیت کس کی رہینِ منت تھی۔ یہ عنایت یہ شفقت یہ رحمت اس کی
ہے جو اس سے پہلے وہ ذرا ہم کو بالکل گئے گزرے لوگوں کو خدا کا محبوب
دنیا کا مطلوب اور عزت کا لقب بنا دے۔ اس واقعہ سے انکار کون کر
سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ بڑے ذی شان انسان تھے۔ ان کے کاروبار

کی کوئی حد نہ تھی۔ وہ عرب کے ممتاز ترین تاجر تھے۔

مانا کہ حضرت عثمانؓ امیر کبیر تاجر تھے۔ آپ خاندانی لحاظ سے بنی امیہ کے چشم و چراغ تھے۔ انتقامِ عرب کے اس ممتاز قبیلہ کا وصف خصوصی تھا تاریخ کہتی ہے۔ کہ باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ آپ گیارہ دن تک بھوک اور پیاس میں مبتلا رہے۔ آپ امیر المومنینؓ اور خلیفۃ المسلمینؓ تھے۔ محاصرہ کرنے والوں کے حصارِ زندگی کو توڑ پھوڑ کر رکھ دینا آپ کے لئے کوئی کٹھن مرحلہ نہ تھا۔ اس کے لئے آپ کا ادنےٰ اشارہ کافی تھا۔ مگر ملت پر آپ کی شفقت و رحمت و راحت ملاحظہ ہو کہ آپ نے اپنی جان قربان کر دی مگر کسی ایک نام نہاد کلمہ گو کا خون بہانا بھی گوارا نہ کیا۔ ایک اموی کے دل و دماغ میں یہ انقلاب اسی نگاہ کا معجزہ تھا۔ کہ جس نے عرب کی تقدیر بدل دی۔ حضرت عثمانؓ داعیِ قرآن بھی ہیں۔ لیکن وہ مجاہد بھی ہیں۔ کہ ان کے عہدِ حکومت میں بحری بیڑا تیار کیا گیا۔ جب ان پر یہ ظاہر ہوا کہ اسلام کے دشمن بحری کشتیوں کے ذریعے دیارِ مسلمین پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں تو آپ نے ان کی قرار واقعی روک تھام کے لئے متذکرہ بیڑا بنایا۔ اگر سلاطینِ مغل پر یہ راز عیاں ہو جاتا کہ ولندیزیوں۔ فرانسیسیوں اور انگریزوں کی بحری تاخت سے ہندوستان کو محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ تو وہ بے شمار جہاز بنا سکتے تھے۔ کاش! وہ ایسا کرتے

اور سنتِ عثمان رضؓ سے اثر پذیر ہو کر کافی بحری قوت فراہم کرتے۔ یورپ
کے ڈاکو ہندوستان سے لوٹنے اور کھسوٹنے کی جرأت نہ کر سکتے۔ اموی
اندلس پر سلطنت کرتے رہے۔ لیکن مثل ڈنمارک، فرانس اور انگلستان پر
متصرف ہونے کا تصوّر بھی اپنے دماغ میں نہ لا سکے۔ امویوں کی یہ
اولوالعزمی تعلیم نبوی کا کرشمہ تھی۔ ابولہب گو ہاشمی تھا لیکن کسی قابلِ ذکر
وستائش وصف سے موصوف نہ تھا۔ برخلاف ازیں سیدنا مولینا
حضرت علیؓ کو فوق الادراک شجاع کس نے بنایا۔ آپ اقلیم ولایت کے تاجدار
دیار حکمت کے شہریار عرصۂ شجاعت کے شہسوار ہیں۔ آپ کو امام فصاحت
وبلاغت خطیب۔ بالغ نظر قاضی۔ بے نظیر مشیر و وزیر کس نے بنایا اس
نے جس کو خدا نے نبیؐ رسولؐ شاہدؐ بشیرؐ نذیرؐ داعیؐ اور سراج منیرؐ فرمایا
حضرت علیؓ گوناگوں اوصاف کی محرک ہاشمیت نہیں بلکہ نبی کریمؐ کی رسالت تھی
اسلامیانِ پاکستان اگر چاہیں تو ختم الرسلؐ۔ ہادی السبلؐ۔ امام الکل فی
الکل سید المجاہدینؐ۔ اوّل الانقلابیینؐ اور آپ کے خلفائے راشدینؓ
کی بتائی ہوئی سمجھائی ہوئی دکھائی ہوئی راہوں پر گامزن ہو کر دنیا کا نقشہ
بدل سکتے ہیں۔ اقتصادیات سیاسیات اور ایمانیات میں کائنات کی
راہنمائی کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں۔ اے پاکستانی بھائی اسلام کے آقا و
مولاؐ اور خلفاؓ کا خادم بن جا اس لئے کہ بقول ساعیؒ داعی پاکستان علامہ

اقبالؒ

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اپنے نفس سے جہاد

بلاشبہ ہم اقوام عالم کی قیادت کر سکتے ہیں۔ دنیا تہذیب و فرنگ سے تنگ آچکی ہے۔ یورپ کی جس قوم نے مغرب کو علوم و فنون سے آگاہ کیا وہ جرمن قوم ہے۔ جرمنی کے لوتھر نے عیسائیت کے مسئلہ تثلیث کا رد کیا۔ اس کے دلائل نے رومن کیتھولک اور پاپا کے اقتدار پر ضرب لگائی حال ہی میں ایک جرمن فاضل کارل مارکس نے یورپ اور امریکہ کے نظام معاشی کے خلاف وہ جوش و خروش برپا کر دیا ہے کہ سرمایہ داروں کا اقتدار معرض خطر میں ہے آج اس اقلیم کے فاضلوں کی حالت یہ ہے۔ کہ ان میں سے اکثر امریکہ کی یونیورسٹیوں میں ملازم ہیں اور ان کے بعض عالمان علوم طبیعیہ روس کے تنخواہ دار ہیں وہ ذراتی بموں کا توڑ سوچ رہے ہیں۔ اور نئی نوعیت کے اسلحہ ہائے حرب تیار کرنے میں منہمک ہیں عامۃ الناس کی حالت یہ ہے کہ برلن دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے اس کے مشرقی گوشوں پر بالشویک براجمان ہیں اور مغربی سمت پر اتحادی متصرف ہیں۔ روس نے مغربی حصہ کی اسی طرح ناکہ بندی کر رکھی ہے۔ جیسے

حکومت ہندوستان نے ریاست حیدرآباد کا معاشی مقاطعہ کر رکھا ہے
برلن کے ۵۰ لاکھ باشندے افلاس کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ چند
سال کی غلامی نے جرمنوں کو کسی قابل نہیں چھوڑا۔ ان کی ہمت رخصت ہو گئی
ہے۔ ان کی غیرت کافور ہو گئی ہے۔ ان کی خواتین کو اپنی عصمت کی کوئی پروا
نہیں رہی۔ وہ اخلاقِ فاضلہ سے یکسر محروم ہو رہے ہیں۔ جون ۱۹۴۸ء کی
بات ہے کہ اکثر جرمنوں نے ایک امریکن سیاح سے یہ استدعا کی کہ وہ
اپنے وطن جائے۔ اور اہلِ امریکہ سے کہے کہ ہم پر بم برسائیں۔
تاکہ ہماری زندگیوں کا خاتمہ ہو جائے۔ فرانس کا حشر یہ ہے کہ پیرس جیسے
عروس البلاد شہر کی خواتین اس تمنا کا اظہار کرتی ہیں کہ کاش انہیں از سر نو
کالی اور کسیلی روٹی کی بجائے میٹھی اور سفید روٹی میسر آئے جو ان کی عام
خوراک تھی۔ انگلستان کی عام پبلک جنگ کے نام سے کانپ اٹھتی ہے۔
روس کا کسان فاتح ہونے کے باوجود یہ نہیں چاہتا کہ بار دیگر اسے اپنے
دیہات اور اپنے ہرے بھرے کھیتوں کی بربادی کے مناظر دیکھنے نصیب
ہوں۔

جاپان کی حالت از بس خوار و زبوں ہے۔ چند سال کی محکومی نے ان
کے سرکش و حواس گم کر دیے ہیں
اسلامیانِ پاکستان پونے دو سال کی محکومی کے بعد بھی ماننے

مخبوط الحواس، مفلوج العقل اور فاقد البصیرت نہیں ہوئے کہ جتنے ان ممالک کے باشندے ہو چکے ہیں کہ جن کا وقار اور اقتدار مسلّم تھا۔ دنیا ہزارہا مصائب و نوائب میں مبتلا رہنے کے باوجود جدال و قتال کی ہولناکیوں اور ہوسناکیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اس وقت دو معاشی قوتیں برسرِ پیکار ہیں۔ روس کی اشتراکیت اور امریکہ کی انفرادیت میں کشمکش ہے۔ اشتراکی انسانی آزادی کے مطلقاً قائل نہیں اور امریکن سلطنت کی جانب سے کسی قید کے روادار نہیں۔

مطلق آزادی اور کامل پابندی کے نظریئے سرگرمِ ستیز ہیں۔ دونوں دراہن کی منزلوں سے گزر کر روس اور امریکا اپنے اپنے زاویہ ہائے نگاہ کی تائید و اشاعت ہتھیاروں اور ذراتی بموں کے ذریعے کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام کی راہ میانہ روی کی راہ ہے۔ اسلام نہ افراط کا قائل ہے نہ تفریط کا وہ توسط کا درس دیتا ہے۔ پاکستان اسلام کا ترجمان ہو سکتا ہے۔ پاکستان میں اشتراکیت کی اشاعت کے امکانات بہت کم ہیں۔ پاکستان میں فاقہ نہیں۔ غلہ عام ہے۔ اجناسِ خوردنی کی کثرت ہے۔ اتنے کارخانے نہیں کہ مزدور اور کارخانہ دار کی آویزش شروع ہو جائے امیر بہت کم ہیں۔ غریب بہت کم ہیں۔ اکثریت درمیانی طبقہ کی ہے اس لئے اگر پاکستان کے رہنے والے اسلام کے معاشی نظام پر عمل پیرا

ہو جائیں اور روس امریکہ کے مبصر اور سیاح اپنے مشاہدات کی بنا پر یہ دیکھ لیں۔ کہ اسلامیانِ پاکستان امن و امان اور اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ معاشی لحاظ سے فارغ البال ہیں خوش حال ہیں ان میں کشمکش کی گنجائش نہیں تو اس کا اتنا اثر ہو سکتا ہے کہ پاکستان دنیا کی امامت کے لئے اچھی فضا پیدا کر سکتا ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے یاداؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض (اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں حاکم بنایا ہے۔)

فاحکم بین الناس بالحق (آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریں۔

ولا تتبع الھویٰ (اور آپ خواہش نفسانی کی پیروی نہ کریں۔

داؤد علیہ السلام خدا کے نبیؑ تھے۔ نبی معصوم ہوتے ہیں۔ انہیں یہ ہدایت کی جا رہی ہے کہ آپ خواہشِ نفسانی سے بچیں۔ اگر ایک قوی الجثہ سے یہ کہا جائے کہ وہ فلاں شے سے پرہیز کرے تو ناتواں نیم جاں مریض کا اہم فرض ہے کہ وہ پرہیز کے معاملے میں زیادہ احتیاط کا اظہار کرے۔ نبیؑ سے بڑھ کر کس کا ایمان مضبوط ہو سکتا ہے۔ غیر نبی کسی طرح بھی نبیؑ کے ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ ظاہر کیا جا رہا ہے۔ کہ حرص طمع۔ ہوا و ہوس ایسی خطرناک روحانی بیماریاں ہیں کہ انبیا کو بھی ان سے بچنا چاہئے۔ پاکستان کا مسلمان

اس نبی کا غلام ہے جس کی نسبت قرآن کا یہ ارشاد ہے ما ینطق عن الھویٰ۔ اس کا ایک بول بھی کسی خواہش نفسانی پر مبنی نہیں ضرورت ہے کہ پاکستان کے فرزندان توحید اپنے نفسوں سے جہاد کریں۔ لالچ سے کنارہ کش ہو جائیں۔ حرص و آز کے غلام نہ ہوں۔ دیانت ان کا شیوہ اور امانت ان کا مشغلہ ہو۔ اگر ہماری معاشی حالت کے ساتھ ہی ہماری اخلاقی سربلندی اور ایمانی کامرانی قابلِ رشک ہو تو ہم دنیا کے قائد ہو سکتے ہیں لیکن اس کے لئے بڑے مجاہدے کی ضرورت ہے۔ یہ جہاد بڑا کٹھن ہے۔

اسلام کی بولی میں اسے "جہادِ اکبر" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہمارے اسلاف نے سلطنتوں کو تہ و بالا کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنی خواہشات کو بھی اپنی تابع بنالیا۔ وہ صرف خدا کے عبد تھے انہوں نے سب کو جھکایا۔ وہ ایک اللہ کے سامنے جھکے۔ انہوں نے ثابت کر دکھایا ہے کہ:۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات دنیائوں کا کوئی جذبہ انہیں اثر پذیر نہ کر سکا۔ ابلیس ان سے ہراساں اور کفر ان سے گریزاں۔ ان کی جوانیاں فرشتوں سے زیادہ پاکیزہ تھیں۔ کائنات کی ہزار ہا نیجاؤں

نے اُن پر کمندیں پھینکیں۔ لیکن ان میں سے ہر ایک یوسف ثابت ہوا اُن کی طبیعتیں ایسی طہارت پسند تھیں کہ وہ شراب کو دیکھنا تک پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ حرام کاری کے نزدیک نہیں پھٹکتے تھے۔ ان کے وجود پر تقویٰ کو ناز تھا۔ شرافت اُن کی لونڈی اور نجابت اُن کی باندی تھی ان کے نزدیک ناممکن تھا۔ کہ کوئی مسلمان ہو اور جھوٹا بھی ہو۔ اکل حلال صدق مقال ان کی عام روش تھی۔ وہ خیانت اور رشوت کے تصور سے بھی بے نیاز تھے ان کا ہر قول ہر فعل اسلام کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا وہ خرافات کو نجس تصور کرتے تھے. لغویات سے مجتنب رہتے تھے وہ خدا کے محبوب تھے نبی کے مطلوب تھے۔ ان کو خدا کے سوا کوئی خرید نہیں سکتا تھا۔ اُن میں سے ہر ایک کہہ سکتا تھا ؎

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

انہوں نے کربلا کے لق و دق صحرا میں بھوکے پیاسے رہ کر دکھایا کہ وہ دنیا کی ہر مصیبت کا مقابلہ کر سکتے ہیں وہ سلطنتوں کو ٹھکرا سکتے ہیں۔ وہ بھائیوں بھتیجوں۔ بیٹوں اور بھانجوں کو شہید کرا سکتے ہیں لیکن خرمنِ ایمان سے ایک دانۂ توحید کے سمندر میں سے ایک قطرہ: متاعِ انسانیت سے ایک ذرہ بھی ضائع کرنے کے لئے تیار نہیں

اگر ان کی ایک جھلک بھی ہمیں نصیب ہو جائے۔ تو ہمارا ہر کلمہ گو مخدوم جہاں ہو جائے۔ اُن کو دیکھ کر دنیا مسلمان ہو گئی۔ انہوں نے دل اپنی مٹھی میں لے لئے۔ ضرورت ہے کہ ہم میں سے ہر متنفس اپنے فرائض کو پہچانے اپنی اصلاح کرے اپنے نفس سے لڑے۔

بلاشبہ جہاں تک جواز کا تعلق ہے۔ بڑی بڑی کوٹھیوں میں رہنا حرام نہیں۔ عمدہ سے عمدہ موٹروں پر سوار ہونا مباح ہے۔ بدیں نیت اچھے سے اچھے طیارے کو استعمال میں لانا کارِ ثواب ہے کہ ہم اس سے ملت کا کام بہ سرعت سرانجام دے سکیں گے لیکن یاد رہے کہ جو جاذبیت سادگی میں ہے وہ ٹھاٹھ میں نہیں۔ آج جو بزرگ علم و رشد کی مسندوں پر متمکن ہیں۔ اُن میں سے کتنے ہیں جن میں اسلاف کی شان پائی جاتی ہے صحابہؓ کے کارنامے سننے کے بعد ہر شخص اثر پذیر ہو جاتا ہے۔ لیکن جب کوئی یہ پوچھتا ہے کہ کہیں کوئی ایسا انسان بھی ہے جسے دیکھ کر ان کی یاد تازہ ہو جائے۔ تو عقل حیران ہو جاتی ہے کہ اس کا کیا جواب دیا جائے۔ ہم دکھا سکتے ہیں کہ جس قسم کے قصر میں حضرت سلیمانؑ سکونت پذیر تھے۔ ہمارے ہاں کے۔ رہبرِ روحانی ان میں مقیم ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ یہ چیزیں زینت ہیں اور کس کی جرأت کہ انہیں حرام قرار دے۔ اللہ کے بندے ان سے تمتع حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر نگاہیں نبی کریمؐ کے

کے مقدس گھر اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں میں سے ملتی جلتی عمارتیں
دیکھنے کی خواہاں ہوں۔ تو اس مقصد میں انہیں کامیابی مشکل ہو سکتی ہے۔
ان کے پاس جو کچھ تھا انہوں نے اسلام پر صرف کر دیا۔ نبی کریم
نے فرمایا۔ میرے صحابہ شام اور ایران فتح کریں گے اور ان کے خزانوں
کو خدا کی راہ میں صرف کر دیں گے۔ تاریخ کہتی ہے ایسا ہوا ہے

پاؤں میں ڈھیر اشرفیوں کا لگا ہوا
اور تین دن سے پیٹ پہ پتھر بندھا ہوا

کون ہے جو یہ کہے کہ بریانی حرام ہے۔ کس بدبخت کو یہ جرأت ہو
سکتی ہے کہ وہ قلیہ پلاؤ اور قورمے وغیرہ کی حرمت کا فتویٰ دے لیکن
اگر کسی کی تمنا یہ ہو کہ اسے کوئی ایسا اللہ والا حاکم نظر آجائے کہ جو خزانے
تقسیم کر رہا ہو اور خود بھوکا ہو اور اس انتظار میں ہو کہ سب کو کھلا کر کھاؤں گا
تو اس کا پورا ہونا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ صحابہ کے عہد میں جو چیز
عام تھی وہ اس عہد میں النادر کالمعدوم کا حکم رکھتی ہے۔ ہم اگر کہیں
جائیں۔ اور وہاں بچوں کو کھیل کود میں یا لکھنے پڑھنے میں مصروف پائیں
تو جس بچہ کی شکل ہمارے لڑکے سے مشابہ ہوگی۔ ہمیں اس پہ زیادہ پیار
آئے گا۔ ہم اپنی جائداد تو اپنی اولاد کو ہی دیں گے۔ لیکن ہمارے بچے
کا ہم شکل بچہ ہمیں بھلا ضرور معلوم ہوگا۔ ہمارا نصب العین یہ ضرور ہونا چاہیے

کہ پاکستان دیگر ممالک کے مقابلے میں زیادہ مسلمان ہو۔
ہماری فوج ظفر موج ہو۔ ہمارے پاس سامانِ حرب اتنا نیا اور
اتنا بہ افراط ہو کہ کسی کو ہم پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ ہو سکے ہم ہر مسلم
ملک کی اعانت پر قادر ہوں۔ ہمارے وطن کے ساکنوں کی عمریں زیادہ
لمبی ہوں۔ ہم صحت و توانائی میں اپنی مثال آپ ہوں۔ ہمارے ہاں سامان
آمد و رفت لاجواب ہوں۔ ہمارے ہاں موٹروں۔ ہوائی جہازوں کی اتنی
کثرت ہو۔ ہمارے ہاں ضروریات حیات میں سے ہر وہ شے بہ افراط
ہو جو ترقی یافتہ ممالک میں ہے۔ لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارے
ہاں اسلامی سیرت کی فراوانی بھی ہو۔ ہمیں اچھے سے اچھے لباس میسر
ہوں۔ لیکن ہم لباس تقویٰ سے بھی مزین ہوں۔ ہمارے پاکستان میں
ایک عصمت فروش دکھائی نہ دے۔ ساری دنیا کے سیاح یہ کہیں
کہ پاکستان وہ ملک ہے کہ جہاں کوئی فاحشہ عورت نہیں۔ حرام
کاری کا کوئی اڈا نہیں وہاں کسی کو حسن فروخت کرنے کی اجازت
نامہ نہیں دیا جاتا۔ وہاں شراب کی ایک بھٹی نہیں۔ وہاں کوئی میخوار
نہیں۔ کسی ایک مقام پر قمار بازی نہیں ہوتی۔ کوئی مخرب اخلاق سینما
نہیں ہے۔ کوئی لغو تصویر شائع نہیں ہو سکتی۔ کوئی اس قسم کا پیر نہیں
کہ جو پیری کی تجارت کر رہا ہو۔ کسی نے کوئی کوٹھی۔ کوئی بنگلہ مرید دل

کے نذرانوں اور چندوں سے نہیں بنایا۔

کوئی فتویٰ فروش مولوی نہیں۔ کوئی ایسا شخص نہیں کہ جس نے یتیموں کے نام پہ انجمنیں بنا کر فرزندانِ توحید کو بھکاری بنانے کا شغل اختیار کر رکھا ہو اور معصوم بچوں کی زندگیوں کو تباہ و برباد کر رہا ہو کوئی ایسا سرمایہ دار نہیں کہ جو زکوٰۃ نہ دیتا ہو۔ اور مفلوک الحال رشتہ داروں کا کفیل اور اپنے پڑوسیوں کا مربی نہ ہو۔ وہاں کا ہر مالدار کریم النفس ہے۔ غربا نواز ہے۔ وہاں کی مسجدیں نمازیوں سے بھرپور ہوتی ہیں سب سے زیادہ حجاج پاکستان میں ہیں۔ وہاں صالحین و صالحات کی کثرت ہے۔ بیماروں کے لئے بہترین شفاخانے ہیں۔ مسافروں کے لئے ایسا اچھا انتظام ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔

غیر ملکی حضرات اپنے چشم دید حالات بیان کریں گے۔ اس کا اثر ہماری تبلیغ سے بڑھ کر ہوگا۔ اس عہد میں لوگ کسی مذہب کو اس کے اصول کی بنا پر نہیں دیکھتے۔ بلکہ ان کی نگاہ ادھر جاتی ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں پر کیا اثرات پیدا کئے ہیں۔

اس زاویہ نگاہ سے ممکن ہے کہ ہمیں اختلاف ہو یا اتفاق۔ مگر یہ ایک واقعہ ہے کہ عصرِ نو کی افتادِ طبیعت کچھ اسی نوعیت کی ہے اسلام جامع الصفات نظامِ حیات ہے۔ وہ ہر رنگ میں حسین ہے وہ خالص

سونا ہے۔ پرکھنے والا اسے جس معیار پر چاہے پرکھ لے۔ آپ دیکھ لیجئے۔ گو ہمیں پاکستان کو قائم کئے ابھی سال بھی نہیں گزرا لیکن اس بناپر کہ اس کی برآمد اس کی درآمد سے کم ہے۔ اس کی ساکھ کو مضبوط کر دیا ہے۔ اور اس کی خام اجناس کی خرید و فروخت کے لئے غیر ملکی حضرات گفت و شنید کر رہے ہیں۔ ایسے ہی اگر پاکستان کی اخلاقی و معاشی حالت میں خوشگوار انقلاب پیدا ہو گیا۔ تو یہ انقلاب تبلیغ اسلام کا موثر ترین ذریعہ ثابت ہوگا۔ افریقیہ اور ملایا وغیرہ کے تجربات دلالت کرتے ہیں کہ مسلمان تاجروں کی دیانتداری کے باعث اتنے لاتعداد غیر مسلم زمرۂ اسلام میں داخل ہوئے کہ مناظروں اور وعظوں کی پوری سرگرمی اس کا عشر عشیر اثر بھی پیدا نہ کر سکی۔ تاجروں نے عامۃ الناس کو دکھایا کہ "مسلمان یہ ہوتے ہیں"۔ بحثوں سے یہ نمایاں کیا گیا "مسلمان یہ تھے" ظاہر ہے کہ کوئی مجادلہ مشاہدہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

جہاد بالمال

صحابہؓ کو پورے نو سال تک مصروفِ جہاد رہنا پڑا۔ انہوں نے اہل و عیال کو بھوکا بھٹا گوارا کیا۔ لیکن جہاد کی کسی مہم کو روپیہ کی کمی کے باعث معرضِ التوا میں نہ ڈالا۔ قرآن نے ان کا ایک نہایت ہی نمایاں وصف یہ بیان فرمایا "جاھدوا فی سبیل اللّٰہ باموالھم وانفسھم" انہوں نے راہِ خدا میں اپنے مالوں سے جہاد کیا۔ اپنی جانوں سے جہاد کیا۔ قرآن نے انفسھم سے پہلے اموالھم کا ذکر فرما کر اس کی اہمیت واضح فرمائی۔ زکوٰۃ کا ایک مصرف یہ بھی ہے کہ روپیہ مجاہدین پر خرچ کیا جائے۔ خلیفہ چاہے تو زکوٰۃ کا سارے کا سارا روپیہ جہاد پر صرف کر سکتا ہے۔ اس سال جمعیت العلماء پاکستان کے علماء و فقہا نے متفقہ طور پر یہ فتویٰ دیا۔ کہ زکوٰۃ مجاہدین کشمیر پر صرف ہو سکتی ہے۔

اس زمانے میں مجاہدین کی ضرورتوں کو مقدم خیال کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ پاکستان ایک نئی سلطنت ہے۔ دیگر اقوام اول

روپے سامانِ حرب کی طیاری پر خرچ کر رہی ہیں۔ اگر ہم مجاہدین کی مدد کو ہمیشہ کے لئے زکوٰۃ کا ایک جزو لاینفک بنالیں۔ تو ہمارا یہ قدم ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہوسکتا ہے۔ ہمارے ایسے بھائی بھی ہیں جن کے پاس دولت تھی۔ ان کی پٹیول میں نوٹوں کے بنڈل تھے وہ اگر چاہتے تو روپیہ سے اسلحہ خرید کر اپنی اور اپنی قوم کی ملت کی اعانت کرسکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ ان کے خزانے ان کے کسی کام نہ آئے۔ البتہ ان پر متصرف ہوکر سکھوں نے بم بنائے۔ کرپانیں بنائیں۔ اور ان سے مسلمانوں کے سینوں کو چھلنی کیا۔ دولت ایمان کو چوس جانیوالی شے ہے ضروری ہے کہ زکوٰۃ ادا کرکے اس کافرہ کو مومنہ بنالیں۔ نبی کریمؐ کے زمانے میں جب ابتدا میں ایک دو مرتبہ ایسا ہوا کہ ان صحابہؓ کی آنکھیں پُرنم ہوگئیں کہ جن کے پاس گھوڑے وغیرہ خریدنے کے لئے درہم و دینار نہ تھے۔ ان کے رفیق یہ منظر برداشت نہ کرسکے۔ انہوں نے ان کو اسلحہ خرید کر دیا۔

وہ ایثار کے پیکر تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ ان کو روک دیا گیا کہ اس سے زیادہ خرچ نہ کرو۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ دولت ان کے پاس رہے۔ ہماری حالت ان کے بالکل برعکس ہے۔ ہم دولت کے غلام بن گئے ہیں۔ اس کی غلامی سارے زمانے کی

خوشیوں اور ذلتوں کی جڑ ہے۔ کریم النفس نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔
ضرورت ہے کہ ہم دولت کمائیں۔ لیکن اس سے دل نہ لگائیں اور جہاد
پر زیادہ سے زیادہ اموال صرف کرنے پر ہمیشہ آمادہ رہیں۔

جہاد کا منظر

یا

غزوۂ بدر

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

۱۔ ہر جماعت افراد پر مشتمل ہے۔ ہر انسان جسم و روح سے
مرکب ہے۔ جسم کی خصوصیات الگ ہیں اور روح کے اوصاف جداگانہ
شان رکھتے ہیں ہر مرکب مختلف اشیا کا مجموعہ ہوتی ہے ہر جزو کی تاثیر
علیحدہ ہوتی ہے جسم یونان کے پرانے فلسفیوں کے نزدیک عناصر اربعہ آگ
مٹی۔ پانی۔ ہوا سے بنایا گیا ہے۔

یورپ کے جدید فضلا نے عناصر کی تعداد ۹۰ تک پہنچا دی ہے
بہ نظر سہولت آگ پانی مٹی ہوا پر بحث کی جائے تو بدیہی طور پر
نظر آسکتا ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے سے تضاد کی
کی نسبت ہے۔ آگ جلاتی ہے۔ پانی بجھاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جلانا
اور بجھانا دو متفاوت فعل ہیں۔ مٹی جمی رہتی ہے۔ اس کا مقام پستی
ہے۔ ہوا پرواز کے لئے ہے۔ جمنا اور اڑنا ایک نہیں ہے پستی
اور بلندی دو الگ چیزیں ہیں۔ مشاہدہ بتا رہا ہے کہ جسم کا ہر ذرہ
دوسرے سے مفارقت کا طالب ہے۔ روح اس سے بالکل ہی
جداگانہ شخصیت رکھتا ہے۔ جسم کی نظر خاص حد سے زیادہ دیکھ
نہیں سکتی۔ روح کرہ ڈھا دوربینوں اور خوردبینوں سے زیادہ
قوی الاثر ہے۔ جذبہ روح آنکھ جھپکنے سے پیشتر چاہے تو عرش
بریں پر جا پہنچے اور اگر تمنا ہو تو تحت الثریٰ تک چلا جائے اور اگر خواہاں
ہو تو بیک وقت بیک مکان اس کو سامنے لے آئے جب کیفیت
یہ ہے اور ہم شب و روز دیکھتے ہیں کہ ہر تنکا، ہر قطرہ، ہر جرثومہ اور
ہر ذرہ سرگرم ستیز ہے۔ تو انسان جنگ سے کیونکر بے نیاز رہ سکتا
ہے۔ جب انسان کا لڑائی کے بغیر چارہ نہیں تو جماعتیں جو انسانوں
کا دوسرا نام ہیں وہ کیونکر جدال و قتال سے محفوظ رہ سکتی ہیں

آدم کا پتلا فرشتگان کے سامنے تیار ہوا۔ ملائکہ کو ان ذرات کے خواص کا علم تھا جن سے آدم کا جسم بنایا گیا۔ یہ درست ہے کہ ان کو یہ علم خدا نے سکھایا۔ انہوں نے کہا لا علم لنا الا ما علمتنا ہمیں کچھ علم نہیں۔ ہاں ہمیں وہ کچھ آتا ہے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ لا علم لنا سے ذاتی علم کی نفی ہے۔ ما علمتنا سے علم وہبی کا اثبات ہے۔ انہوں نے سچ کہا کہ کیا آپ اسے اشیائے عالم پر متصرف اور اپنا مظہر بنانا چاہتے ہیں۔ جو خونریزی کرے گا اور زمین میں فساد آرا ہوگا۔ ان کی کُن عناصر کا علم تھا جن سے آدم بنائے گئے۔ اس عطیۂ ربانی پر نظر تھی جو خونریزی اور فساد کی قوتوں پر اپنا تسلط جما کر اپنے مقام کو ملائکہ کے مقام سے بھی بلند کر سکتا ہے۔

(۸) جب لڑائی سے مفر نہیں تو ممکن یہی ہے کہ لڑائی کے اسباب کو کم کیا جائے۔ اس کی مضرات کی وسعتوں کو محدود کر دیا جائے۔ عربی زبان کے لحاظ سے جو لڑائی محض فتنہ کرائی کے مترادف ہوتی ہے۔ جو قتل و غارت کی دہشت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی اسے حرب اور جو لڑائی فساد و فتنہ کی سرکوبی کرتی ہے اور اطمینان قلب کا سرچشمہ بن جاتی ہے اسے جہاد کہتے ہیں۔ نبی کریمؐ نے حرب کو

بذریعہ جہاد روکا۔

۳۔ مکہ میں تیرہ سال تبلیغ فرمانے اور صبر و شکیب کی انتہائی منزلیں طے کرنے کے بعد نبی کریمؐ اور آپ کے صحابہؓ مدینہ منورہ میں ہجرت فرما ہوئے۔ قریش مکہ نے آپ کو پامال کرنے کی ٹھانی اور انہوں نے چاہا کہ مدینہ پہنچ کر اسلام کا خاتمہ کر دیں۔ انہوں نے حرب کے لئے ہر نوعیت کا سامان فراہم کیا۔

۴۔ خداوند تعالےٰ کے پاک ارادے نے یہی مناسب سمجھا کہ دنیا کو جہاد کا منظر دکھائے۔ اس لئے اس نے نبی کریمؐ و آپ کے صحابہؓ کو کفار سے مقابلہ کی اجازت دی۔ فرمایا اذن للذین یقاتلون انکو خواہ مخواہ لڑنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ انہیں بھی لڑنے کی اجازت ہے بانھم ظلموا اجازت اس لئے ہے کہ وہ مظلوم ہیں وان اللہ علی نصرھم لقدیر اور اللہ تو ان کی نصرت پر قادر ہے۔

۵۔ کفر اور اسلام کی پہلی لڑائی بتاریخ ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ ہجری بمقام بدر ہوئی۔ بدر مکہ اور مدینہ کے درمیان (وادی صفرا کے قریب) ایک گاؤں اور ایک چشمۂ آب کا نام ہے۔ اس جنگ کو فرقان فرمایا گیا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اس سے یہ دکھانا مقصود تھا کہ کافر

کیوں لڑتا ہے اور مسلمان کیوں لڑتا ہے کافر کا بھروسہ کس پر ہوتا ہے اور مسلمان کا توکل کس پر ہوتا ہے۔ کافروں کی تعداد ایک ہزار اور مسلمان کل ۳۱۳ تھے۔ ہر کافر مسلح، مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے آٹھ تلواریں اور کچھ تیر تھے وہ عملاً غیر مسلح تھے۔

(۶) کافر اس لئے لڑتا ہے کہ اسے ظلم کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور مسلمان اس لئے لڑتا ہے کہ اسے ظلم کو مٹانا مطلوب ہوتا ہے۔ ظلم ایک وسیع المعنی لفظ ہے ہر ناسب فعل ظلم ہے کافر کا ہر قدم غلط اور مسلمان کا ہر قدم راستی پر ہوتا ہے۔

(۷) کافر کی جنگ اس لئے ہے کہ اسلام مٹ جائے۔ مسلمانوں کے گھر اُجڑ جائیں۔ مسلمانوں کی حکومتیں پامال ہو جائیں۔ مسلمان اس لئے لڑتا ہے کہ اسلام مستحکم ہو۔ دنیا میں امن و امان ہو۔ اطمینان ہو مسلمانوں کی سلطنتیں محفوظ رہیں۔ اس لئے کہ انسانیت و آدمیت کا بقا انہیں سے ہے۔

(۸) بدر میں کفار بدمست ہو کر لڑے۔ خوب کھا پی کر لڑے۔ مسلمان روزے سے تھے۔ حدیث قدسی ہے "الصوم لی" روزہ میرے لئے ہے نبی کریمؐ کا ارشاد ہے اللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا۔ صحابہؓ جس کے لئے وہ اس کے لئے لڑے۔ بے سروسامانی، بے وطنی، جمعیت تھوڑی اور اس پر روزہ اور وہ بھی

سترھواں جب رمضان کا عالم شباب ہوتا ہے۔ یہ تمام حقائق و شواہد دلالت کرتے ہیں کہ صحابہؓ کا یہ جہاد محض رضائے الہی اور بقائے نظام الہی کے لئے تھا۔

۹۔ کافروں کے پاس سامان تھا۔ مگر ٹھیٹھ فوجی زاویہ نگاہ سے قریش کی صف بندی صحابہؓ کی صف بندی سے ہم پلہ نہ تھی۔ نبی کریمؐ نے صحابہؓ کی صف بندی فرمائی۔ حمزہ بن ابی اسیدؓ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں یوم بدر حین صففنا لقریش بدر کے دن ہم نے قریش کے مقابلہ میں اپنے آپ کو صف آرا کیا۔

امام المجاہدین نے ارشاد فرمایا کہ جب دشمن تمہاری زد میں آجائیں تو اس وقت اپنے تیر پھینکو۔ جو بھی اسلحہ میسر ہو اسے فن اور ڈھنگ کے مطابق استعمال میں لانا سنتِ نبویؐ اور سنت صحابہؓ ہے۔

۱۰۔ جو مجاہد آپؐ نے تیار کئے وہ اتنے عابد بھی تھے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا اے خداوند قدوس ان شئت لم تعبد بعد الیوم اگر آپ کی منشا یہی ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں اے پروردگار اگر میری یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ نبی کریمؐ نے تیرہ سال کی تربیت کے بعد ان کو تیار کیا تھا۔ انسانوں کی تربیت کا

جو سلیقہ قدرت نے آپ کو سکھایا تھا وہ کسی اور کو نہیں آتا تھا۔ آپ کے بعد نئے نبی کا آنا محال تھا۔ اس لئے توحید کے جو علمبردار ہو چکے تھے ان سے اچھے حادثاتاً تیار ہو نہیں سکتے تھے۔ نبی کریمؐ کو اللہ کے فضل اور اپنے انداز تربیت پر خاص توکل تھا۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ دنیا میں ان ۳۱۳ جیسے مجاہد، عابد و زاہد پیدا نہ ہو سکے اسلام کو جو فروغ ہوا۔ ان کی وساطت سے ہوا۔ کمال یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دنیا کو اپنے فیوض سے مستفیض فرما کر فوت ہوا۔ جب ان کا کام ہو لیا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو ایک سیکنڈ کے لئے بھی اس کائنات میں نہ رکھا۔

۱۱۔ آپ نے جس وقت مقدس ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی۔ اس کی کیفیت سب سے زیادہ اس پر عیاں ہوئی۔ جو غار ثور میں اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (اللہ ہمارے ساتھ ہیں) کے الفاظ سن چکا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے آپ کے ہاتھ تھام لئے۔ حدیث میں ہے فَاَخَذَ اَبُوْ بَکْرٍ بِیَدِہٖ فَقَالَ حَسْبُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (اے اللہ کے رسول بس کیجئے) ابو بکرؓ نے عین مناسب وقت پر یہ الفاظ کہے۔ حضورؐ ٹھہر گئے۔ آپ زرہ پہنے ہوئے تھے۔ فَخَرَجَ (آپ خیمے سے نکلے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھ رہے تھے) سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ

اب کوئی دم میں کافروں کا گروہ شکست کھا جائے گا اور لوگ دم بھاگ جائے گا۔ آپ نے سورۃ قمر کے یہ الفاظ پڑھے یہ الفاظ فضا کو پاک کر رہے تھے۔ کہ وہی ہوا جو حضورؐ نے کہا تھا۔ بلاشبہ نبی کریمؐ اور حضرت صدیقؓ اسرار الٰہی کے جاننے والے تھے۔

اس جہاد نے واضح کر دیا کہ مسلمان کا مقصد حیات کیا ہے۔ مسلمان کا معاملہ کتنا بلند ہے وہ بلاریب کہہ سکتا ہے ؎

ہے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر — کہیں مسجود تھے پتھر کہیں معبود شجر
خوگر پیکر محسوس تھی انساں کی نظر — مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا
قوت بازوئے مسلم نے کیا کام ترا

۱۲۔ اگر ایک ذرے سے صحرا کی وسعت سمجھائی جا سکتی ہے اور ایک کرن سے سورج کی گرمی اور روشنی کی حالت واضح کی جا سکتی ہے۔ ایک قطرے سے سمندر کی گہرائی اور پہنائی کا کچھ حال بیان کیا جا سکتا ہے۔ کپڑے کی کسی مٹھی بھر پہائی دھجی سے کسی اطلس و کمخواب و زربفت کے کارخانہ کی قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ تو ہم بصد مسرت کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان روایات بدر کا منظر لداخ و جموں کشمیر کی وادیوں میں دکھا رہے ہیں اللہ ان کو فتح نصرت عطا فرمائے۔ آمین

جہاد

مسلم